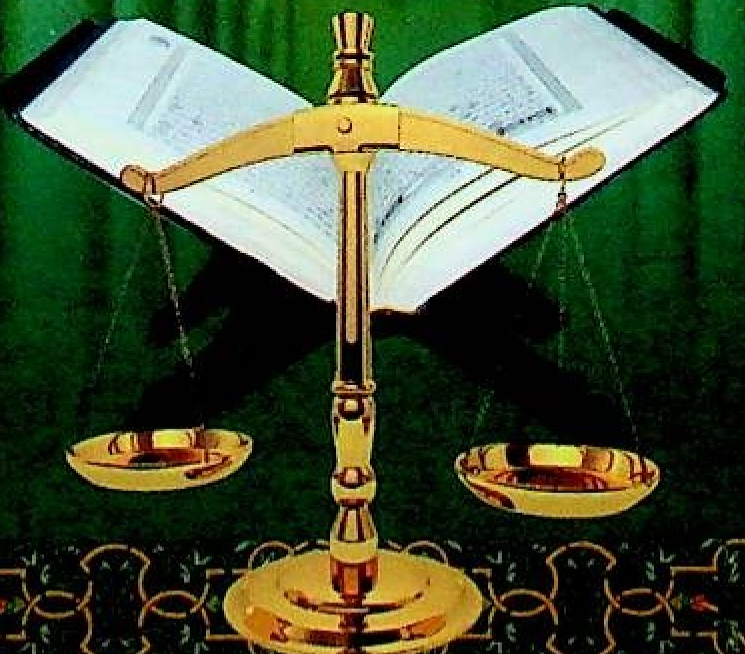
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

اسلام کا

قانونِ عقوبات

جرائم کی اسلامی سزائیں



صلاح الدین حیدر لکھوی

شرعی حدود کا نفاذ رحمتوں اور برکتوں کا سبب ہے

"آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی ایک شرعی حدود جو دنیا میں نافذ ہو تو اہل زمین کے لیے یہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ چالیس دن تک بارش ہو" (سنن ماجہ: ۲۵۳۵، سنن النسائی: ۴۹۰۹)

اسلام کا قانون عقوبات

صلاح الدین حیدر لکھوی

حمارے بک کارنر
دکان نمبر ۲ فرسٹ فلور الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

نام کتاب : اسلام کا قانون عقوبات
مصنف : صلاح الدین حیدر لکھوی
0322-46913303
اہتمام : حارث بک کارنر
کمپوزنگ : الشیخ محمد یعقوب 0300-4067636
مطبع : میٹرو پرنٹرز، لاہور
قیمت :

نفی بک
فضلی بک سپر مارکیٹ
اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 32212991-37239884

ڈسٹری بیوٹرز
کتاب سرائے
پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، شیران کتب خانہ جات
الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، پاکستان
فون 042-37320318 فیکس 042-32629724
ای میل: Kitabsaray@hotmail.com

فہرست

القسم الثانی: جرائم القصاص

انتساب

میں اپنی اس عاجزانہ کاوش کو اپنے آباؤ اجداد بالخصوص جدی الامجد مفسر القرآن والحدیث وصاحب تفسیر محمدی، حضرت حافظ محمد لکھوی بن حافظ بارک اللہ لکھوی اور اپنے دادا حضرت محمد حسین بن حافظ حافظ محمد لکھوی اور والد محترم حیدر علی بن محمد حسین لکھوی اور والدہ ماجدہ ﷭ ان سب جلیل القدر ہستیوں کے نام منسوب کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی مغفرت اور بخشش کے لیے دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرما کر بلند درجات عطاء فرمائے۔ آمین

گر قبول افتد زہے عز و شرف

دعا گو

صلاح الدین حیدر لکھوی

ہدیہ تشکر

جب میں نے ''اسلام کا قانون عقوبات'' لکھنا شروع کیا تو بہت سے احباب اور رفقاء نے تعاون کا ہاتھ بڑھایا۔ میں ان سب احباب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

فرمان نبوی ﷺ ہے۔''عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ من لم یشکر اللہ لم یشکر الناس''(رواہ الترمذی رقم:۱۹۵۵)

❁ سب سے پہلے اپنے دیرینہ دوست جناب فضیلۃ الاستاذ پروفیسر عبدالجبار حفظہ اللہ (ایم۔اے) فاضل جامعہ محمدیہ حق بازار اوکاڑہ، سابق ای ڈی او (ایجوکیشن) ضلع اوکاڑہ کا شکرگزار ہوں جن کے تعاون سے یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ آپ عربی سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت بے لوث میرے مددومعاون رہے۔ اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے (جزاہ اللہ احسن الجزاء)

❁ اسی طرح محترم جناب عاصم چوہدری (سلمہ اللہ) سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ (اردو) گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول رینالہ خورد کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اول تا آخر مسودہ کی نظر ثانی فرمائی فنی اور ادبی غلطیوں کی اصلاح کی۔ اللہ تعالی ان کی مساعی حسنہ کو قبول فرمائے۔ آمین (جزاہ اللہ احسن الجزاء)

❁ اسی طرح جناب محمد عرفان مشتاق صاحب حفظہ اللہ فاضل الجامعہ الاسلامیہ بالمدینہ المنورۃ اور جناب قاری عبدالوحید صاحب سلمہ اللہ فاضل جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ، غلہ منڈی رینالہ خورد و خطیب جامع مسجد اویس قرنی اہل حدیث، رسول پور، ضلع گجرات کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، آپ دو حضرات نے مسودہ میں جملہ احادیث کی تخریج اور ترقیم میں مدد فرمائی۔ (جزاہما اللہ خیرا فی الدارین)

❁ اسی طرح الاخ العزیز جناب محمد یعقوب صاحب سلمہ اللہ تعالی اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کا از حد مشکور ہوں کہ انہوں نے کتاب کی بہترین

انداز میں کمپوزنگ کر کے کتاب کو قابل اشاعت بنایا۔ (جزاہ اللہ خیرا)

آخر میں سب حضرات سے گزارش ہے کی اگر وہ کتاب میں کوئی خامی یا کوتاہی محسوس کریں تو اس سے آگاہ فرمائیں تا کہ آئندہ اصلاح کر کے بہتر سے بہترین بنایا جا سکے۔

دعا ہے کی اللہ تعالی میری اس کاوش کو قبول فرما کر اسے لوگوں کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین

هذا وأرجو الله سبحانه وتعالى أن يغفرلنا ذنوبنا ويتقبل منا عملنا هذا وأن يجعله خالصاً لوجهه الكريم وصلى الله على سيدنا محمد (ﷺ) وآله وصحبه أجمعين

مؤلف

صلاح الدین حیدر لکھوی

فاضل الجامعہ الاسلامیہ، بالمدینہ المنورۃ

ڈین ڈیپارٹمنٹ آف الشریعۃ اینڈ سول لاء (سابقاً)

امین کالج آف الشریعۃ والحقوق

کانو۔ نائیجیریا

حرف آغاز

''اسلام کا قانون عقوبت'' اس کتاب کے مصنف شیخ الحدیث صلاح الدین حیدر لکھوی کا تعلق اس خاندان لکھویہ سے ہے۔ جن کی دینی اور علمی خدمات کا دائرہ عرب وعجم بالخصوص برصغیر پاک وہند میں پھیلا ہوا ہے۔ ان کے اسلاف نے ۱۸۵۰ء میں ''لکھوکے'' ضلع فیروز پور (ہندوستان) کے ایک مقام پر ''مدرسہ نوریہ'' کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا جس سے تشنگان علم نے اپنی علمی پیاس کو بجھایا۔ دین کی خدمت کا جذبہ اور تعلیم وتصنیف کا ذوق ان کو اپنے اسلاف سے ملا ہے۔

مصنف موصوف کی کوشش رہی ہے کہ اسلام کے بنیادی مسائل کو آسان انداز میں پیش کیا جائے تا کہ عوام الناس بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ اس سے پہلے ''اسلام کا قانون وراثت'' نامی کتاب تحریر کی ہے اہل علم کے ہاں بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔

زیر نظر کتاب ''اسلام کا قانون عقوبات'' مصنف کی علمی تحقیق کا ایک شہکار ہے اسلام میں جن جرائم کی سزائیں متعین کی گئی ہیں ان پر قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں باحوالہ سیر حاصل بحث کی گئی ہے جن میں جرائم الحدود اور جرائم القصاص شامل ہیں مرتد، زنا، قذف، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ، بغاوت اور قتل عمد، قتل خطا، قتل شبہ عمد میں اسلام نے کیا سزائیں نافذ کی ہیں اور تعزیر میں فقہاء کے فیصلے کیا ہیں۔ ان کو بڑی خوبی سے ضبط تحریر میں لائے ہیں۔

حدود کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ ان کا نافذ کرنا واجب ہے کیونکہ اس سے امن قائم ہوتا ہے اور مجرم دوبارہ جرائم سے باز آجاتا ہے اس ضمن میں حدیث نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کا حوالہ بھی لائے ہیں۔ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ زمین میں حدود کا قائم کرنا اہل ارض کے لیے چالیس روز تک مسلسل بارش برسنے سے زیادہ مفید ہے۔'' مزید تحریر کرتے ہیں کہ حدود پر عمل کرنے

سے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے اور انسان گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔

حدود کے نفاذ میں کسی قسم کی کوتاہی اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے، کسی قسم کی سفارش کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر مقدمہ قاضی کی عدالت میں لانے سے پہلے رعایت دی جا سکے تو دی جا سکتی ہے۔ عدالت میں مقدمہ آنے کے بعد سفارش ناقابل قبول ہوگی۔ جیسا کہ مخزومیہ عورت کی سفارش کرنے پر آپ ﷺ نے اپنے پیارے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سفارش کو قبول نہ کیا بلکہ ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

مصنف نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ شبہات کی بنیاد پر حدود نافذ نہ ہوں گی اس بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث لائے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ممکن حد تک مسلمانوں کو حدود سے بچایا جائے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاں گنجائش نکلتی ہو تو راستہ تلاش کرنا چاہیے۔

ارتداد کو کفر کی علامت اللہ جل شانہ نے قرار دیا ہے اگر وہ مرتد ہونے کے بعد واپس دین کی طرف لوٹ آئے تو بہتر ہے ورنہ صاحب اختیار کے حکم سے اسے تلوار سے قتل کیا جائے گا مرنے کے بعد مسلمان کے احکام اس پر لاگو نہ ہوں گے نہ غسل نہ نماز جنازہ اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

فاضل مصنف نے ایسے کاموں کی تفصیل بھی گنوائی ہے جو کفر پر دلالت کرتے ہیں دور حاضر میں مرتد کو سزا دینے سے پہلے توبہ کا حق دیا گیا ہے۔

شیخ موصوف نے زنا کے ضمن میں تحریر کیا ہے کہ اسلام کی نظر میں زنا ایسا جرم ہے جو کفر شرک باللہ، قتل النفس کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔

اس میں زنا کاروں کی مختلف اقسام بھی بیان کی گئی ہیں نیز زانی کو حد لگانے کی شرائط بھی تفصیل سے بیان کی ہیں۔ عمل قوم لوط یعنی لواطت اور جانور سے بدفعلی جیسے فحش جرائم کا ذکر کیا ہے اور ان کی سزائیں تحریر کی گئی ہیں۔

قذف (تہمت) لگانے کے متعلق لکھتے ہیں اسلام نے قذف کو بدترین فعل اور مطلق حرام قرار دیا ہے تا کہ مسلمانوں کی عیب جوئی سے باز رہا جا سکے شراب نوشی کیا ہے اس کی

حرمت اور اس کی سزا بیان کی گئی ہے جو 80 کوڑے طے کی گئی ہے۔معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والے جرائم چوری، ڈاکہ کی اقسام اور سزا بیان کی گئی ہے چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا قرآن کریم میں طے کی گئی ہے ڈاکہ زنی میں سولی چڑھانے کی سزا قرآن کریم میں موجود ہے۔

بغاوت کو اسلام نے ناپسند کیا ہے اسے موقعہ دیا جائے اگر وہ باز نہ آئے تو اس سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے فاضل مصنف نے قتل کی اقسام، قتل کی حرمت اور اسلامی سزاؤں کا ذکر کیا ہے، نیز قصاص لینے کی شرطیں، دیت کی اقسام اور احکام بھی بیان کیے ہیں۔

آخر میں فاضل مصنف کو اس سعی جمیلہ پر مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے محنت اور جانفشانی سے مذکورہ مسائل کو تفصیل سے سمجھانے میں اپنا علمی کردار ادا کیا ہے اللہ جل شانہ ان کی اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور ان کے لیے ان کے اسلاف کے لیے اور جنہوں نے اس کتاب کی تکمیل میں جو بھی تعاون کیا سب کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین

دعاؤں کا طالب
پروفیسر عبدالجبار
سابق E.D.O. ایجوکیشن
گلشن اسحاق کالونی، رینالہ خورد
0308-4948335

اپنی سرگزشت

الحمد لله وحده والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعده ......أما بعد

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اپنے حبیب خاتم الانبیاء محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر سید البشر کا عظیم درجہ عطا فرمایا۔آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت کی صداقت ثابت کرنے کے لیے آپ پر قرآن نازل فرمایا۔قرآن کریم ایک عظیم معجزہ ہے جس میں بنی آدم کی رہنمائی کے لیے ہر طرح کے احکام موجود ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی وضاحت اور تشریح اپنے حبیب محمد ﷺ پر بذریعہ وحی نازل فرمائی۔ان جملہ احکام میں ہر طرح کے جرائم کی سزائیں بھی نازل فرمائیں۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ جرائم کسی کے مال، جان یا عزت نفس پر ہی واقع ہوتے ہیں جنہیں آج کل کی اصطلاح میں جرائم الحدود اور جرائم القصاص سے جانا اور پڑھا جاتا ہے۔میری اس کتاب میں بھی انہی جرائم اور ان کی سزا سے متعلق بحث کی گئی ہے۔

نائیجیریا (غرب افریقہ) میں سروس کے دوران کلیہ الشریعہ (شریعہ کالج) میں لمبے عرصے تک پڑھانے کا موقعہ ملا۔دیگر مضامین کے علاوہ مادۃ الجریمہ والعقوبہ پڑھانے کی ذمہ داری بھی بندہ کو سونپی گئی تھی۔لیکچر عربی زبان میں دیے جاتے تھے۔چنانچہ میری یہ کتاب انہی لیکچرز میں معمولی سی کمی بیشی کے بعد ان کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

شروع ہی سے میری یہ دعا اور نیک تمنا تھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھے اپنے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔چنانچہ اسی سلسلہ میں مجھے سب سے پہلے انگریزی زبان میں علم المیراث پر پہلی کتاب ”Al-Mirath Justice of Islam in The Rules of Inheritance“ لکھنے اور چھاپنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

پھر ریٹائرمنٹ کے بعد پاکستان میں اپنی دوسری کتاب وراثت کے موضوع پر ”اسلام کا

قانون وراثت" چھاپنے کی توفیق حاصل ہوئی۔اب الحمد للہ جرائم الحدود اور جرائم القصاص سے متعلق اپنی تیسری کتاب "اسلام کا قانون عقوبات" کے عنوان سے پیش خدمت ہے۔ امید ہے دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی وکلاء، اساتذہ،علماء اور دیگر حضرات جو اسلامی تعزیرات میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ان کے لیے بھی مفید ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ اس کے بعد اپنی چوتھی کتاب "احوال الاسرة" کے نام سے جو نکاح، طلاق، عدت، رضاعت اور حقوق الزوجین پر مشتمل ہوگی۔وہ بھی عربی زبان میں میرے لیکچرز کا مجموعہ ہے۔اسے اردو میں ترجمہ کرکے عنقریب چھاپنے کا ارادہ ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ میرا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے حضور الباقیات الصالحات میں شمار ہو اور میرے لیے نیز میرے آباء واجداد کے لیے صدقہ جاریہ بنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" إِذَا مَاتَ ابنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا فِيْ ثَلَاث، صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ ، أو عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ أو وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ "(١)

آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وآله وصحبه أجمعين

صلاح الدین حیدر لکھوی
رینالہ خورد۔اوکاڑہ
03226913303

(١) صحيح مسلم، ح:١٦٣١، سنن ابوداؤد، ح:٢٨٨٠، جامع الترمذي، ح:١٣٧٦

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله الطيبين الطاهرين واصحابه اجمعين أما بعد!

اسلام ایک عالمی دین ہے اور بنی نوع بشر کے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جو ہر دور میں ہر طبقہ کے لوگوں کے لیے قابل عمل ہے کسی قسم کی ذات رنگ و نسل کا اختیار کیے بغیر حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ اس طرح جرائم اور ان کی سزائیں مقرر فرما کر ایسے قوانین متعارف کرائے ہیں۔ جن سے ہر مرد و عورت خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا کمزور ہو یا طاقتور کو عدل و انصاف مہیا کیا ہے اور ان کی وضاحت قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے ذریعے کر دی ہے۔

یہ بات واضح اور اظہر من الشمس ہے کہ شریعہ اسلامیہ پانچ چیزوں کی حفاظت کا اہتمام کرتی ہے۔ جو دین، مال، عقل، نسل اور نفس پر مشتمل ہیں اور جس معاشرہ میں ہم رہ رہے ہیں ہم خود ان پانچ چیزوں کی حفاظت کا خیال رکھتے ہیں اور ہر طرح کے جرائم ان پانچ چیزوں پر ہی سرزد ہوتے ہیں۔ زنا کرنا نسل پر ظلم ہے۔ چوری کرنا دوسرے کے مال پر ظلم ہے اسی طرح قذف یعنی بہتان تراشی دوسرے کے نفس پر ظلم ہے اور شراب نوشی اپنی ہی عقل پر ظلم ہے اور ارتداد کا تعلق دین سے ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت نے ان مظالم کو روکنے اور ان کے آگے بند باندھنے کے لیے جو سزائیں مقرر کی ہیں وہ انتہائی مناسب اور موزوں ترین ہیں مثال کے طور پر زنا کی سزا زانی کے عضو تناسل کو کاٹنے کی نہیں دی گئی اور چوری کرنے کی سزا چور کو قتل کرنے کی نہیں رکھی گئی اور قذف یعنی بہتان لگانے کی سزا زبان کاٹنے کی نہیں رکھی گئی۔ ہر جرم کی سزا مناسب حال رکھی گئی ہے۔

عموماً شرعی سزاؤں کو دیکھ کر بعض لوگ اسے ظالمانہ قرار دے کر مجرم سے ہمدردی رکھتے ہوئے انہیں ختم کرنے کی خواہش رکھتے ہیں وہ مجرم کے ارتکاب جرم کو نہیں دیکھتے

کہ اس سے معاشرے پر کتنے برے سنگین اثرات پڑتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

"سزاؤں کو قائم کرنا جہاد ہی کی طرح عبادت ہے اور حدود کا نافذ کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حاصل کرنا ہے۔ باپ اپنے بیٹے کو ادب سکھانے کیلئے جو سزا دیتا ہے وہ اس کی تربیت کے لیے ہوتی ہے اگر ماں کی شفقت کا خیال کیا جائے اور سزا نہ دی تو اولاد بگاڑ کا شکار ہو جائیگی۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی مقرر کردہ سزاؤں کو ترک کرنے سے انسانیت میں بگاڑ پیدا ہو جائیگا۔" (السیاسۃ الشرعیۃ لابن تیمیہ، صفحہ ۹۸)

آپ کے مسلمان جس طرح کی پستی اور ذلت کا شکار ہیں اس کا پہلا اور آخری سبب یہ ہے کہ وہ دین سے دوری اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ احکام پر عمل نہیں کرتے اور خود ساختہ قوانین پر عمل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم امن اور سکون سے محروم ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ (طه: ۲۰/۱۲۴)

"جس نے میری یاد سے منہ پھیرا اس کی زندگی (معیشت) تنگ ہو گی اور قیامت کے دن اسے اندھا لائینگے۔"

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں فرمایا:

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (المائدہ: ۵/۵۰)

"کیا وہ جاہلیت والا حکم چاہتے ہیں۔ اور کون ہے اللہ سے بہتر حکم کرنے والا یقین کرنے والوں کے واسطے۔"

اور سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: ۴/۶۵)

''سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہونگے۔ یہاں تک کہ تجھ ہی کو اپنے جھگڑوں میں منصف نہ پائیں پھر تیرے فیصلے کو قبول کر لیں اور اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں۔''

مذکورہ بالا آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے نازل کردہ احکام پر عمل نہیں کرینگے چاہے وہ یہودی، عیسائی یا مسلمان ہوں وہ کافر قرار دے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری عزت اور تکریم اللہ تعالیٰ کی حدود قائم کرنے اور اس کی شریعت پر عمل پیرا ہونے میں ہے جو ہمیں نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے پہنچی ہے۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(الاحزاب:۲۱/۳۳)

''تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی اسوۂ حسنہ ہے۔''

اس مختصر مقدمہ کے بعد ہم باب اوّل میں جرائم الحدود (وہ جرم جن کی اسلام میں سزا مقرر ہے) کی بحث کرینگے جن سے مراد الردۃ (دین سے مرتد ہونا) زنا، قذف، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ اور بغاوت ہیں اور باب دوئم میں جرائم القصاص یعنی قتل عمد، قتل خطاء، قتل شبہ العمد اور التعزیر (فقہی سزائیں) شامل ہوں گی۔

آخر میں، میں ان سب احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کارِ خیر میں بھرپور معاونت فرمائی۔ جزاھم اللہ خیراً

مؤلف

صلاح الدین حیدر لکھوی

فاضل الجامعہ الاسلامیہ، بالمدینہ المنورۃ

ڈین ڈیپارٹمنٹ آف الشریعۃ اینڈ سول لاء (سابقاً)

امین کالج آف الشریعۃ والحقوق

کانو۔ نائیجیریا

عرض ناشر

اسلام کا قانون عقوبات کے مصنف فضیلۃ الشیخ صلاح الدین حیدر لکھوی (سلمہ اللہ تعالیٰ) خاندان لکھویہ کے چشم و چراغ ہیں لکھوی خانوادہ کی دینی خدمات برصغیر و پاک و ہند میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی ان کے بزرگوں نے اپنے اپنے ادوار میں دنیا کے ظلمت کدوں میں علم توحید بلند کیا۔ درس و تدریس اور دعوت توحید اور سنت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ لکھوی خاندان کا شجرہ نسب حضرت ابوداؤد قطب شاہ ؒ (المعروف ڈھنگ شاہ) اور امام محمد بن حنفیہ (رحمہ اللہ) کے ذریعے امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے جا ملتا ہے۔ حضرت ابوداؤد ڈھنگ شاہ کے نام سے آج بھی ضلع قصور میں مشہور قصبہ ڈھنگ شاہ موجود ہے۔

الشیخ صلاح الدین حیدر لکھوی نے میٹرک کے بعد والدین کی خواہش پر دینی تعلیم اپنے آبائی ''مدرسہ جامعہ محمدیہ'' حق بازار اوکاڑہ سے شروع کی۔ بعد میں دار العلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور (المعروف مدرسہ غزنویہ) سے سند فراغت حاصل کی اور دوران تعلیم فاضل عربی اور وفاق المدارس السلفیہ فیصل آباد سے الشہادۃ العالیہ حاصل کی۔

1962ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر الجامعہ الاسلامیہ بالمدینہ المنورہ میں المملکۃ العربیہ السعودیۃ کے سکالرشپ پر پڑھنے کا موقعہ ملا۔ کلیہ الشریعہ سے درجہ امتیاز میں سند حاصل کی۔ اور 1969ء میں سعودی حکومت کی جانب سے ہی بطور مبعوث شمالی نجیریا کے معروف شہر کانو (KANO) میں کالج آف الشریعہ والحقوق میں بطور سینئر لیکچرار تقرری ہوئی۔ دوران تدریس بیسٹ لیکچرار آف کالج اور بعد میں بیسٹ ڈین آف کالج کا تمغہ بھی ملا۔ پاکستان میں آمد کے بعد موصوف مصنف نے جامعہ ابی ہریرہ غلہ منڈی رینالہ خورد میں تدریس شروع کی اور شیخ الحدیث کی مسند پر رونق افروز ہوئے۔

موصوف کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ علم الفرائض میں انہیں استاذ کا درجہ حاصل ہے۔ وراثت کے موضوع پر موصوف نے دو کتابیں اردو اور انگریزی زبانوں میں تحریر کیں۔ یہ پہلی کتاب اسلام کا قانون وراثت اور دوسری کتاب انگریزی میں (Justice of Islam in Al-Mirath (The Rules of Inheritance جسے نجیریا میں چھاپا گیا تھا۔ نیز عامۃ الناس کے فائدہ کے لیے ''مختصر سیرۃ الامام البخاری'' (رحمۃ اللہ علیہ) اور ''ضروری دینی مسائل'' نام کے دو کتابچے بھی تحریر کیے ہیں۔ اب ان کی نئی کتاب ''اسلام کا قانون عقوبات'' پیش خدمت ہے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ مؤلف کی اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور آخرت میں ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

جَزَاهُ اللّٰهُ عَلَى عَمَلِهِ الْمَشْكُورِ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ وَآخِرُ دَعوَنَا أَنِ الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ

ناشر

شیخ محمد یعقوب

۲۰ر نومبر ۲۰۲۰ء لاہور

القسم الاول: جرائم الحدود

حدود کی لغوی اور شرعی تعریف

لغوی تعریف: حدود ''حد'' کی جمع ہے۔ جس کے معنی منع کرنے کے ہیں اور دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ جیسے زمین کی حدیں اور گھروں کی حدیں۔

اسی میں سے (حدود اللہ) بھی ہے یعنی اللہ کی حدود (ان سے مراد محارم ہیں جو شرعاً ممنوع ہیں جیسا کہ سورے البقرہ میں ہے ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ (البقرۃ:۲/۱۸۷) یہ محارم ممنوع ہیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ نیز حدود اللہ سے مراد احکام بھی ہیں جیسا کہ سورۃ الطلاق میں ہے ﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ﴾ (الطلاق:۶۵/۱) جو اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز کرتا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔

شرعی تعریف:

یہ قرآن وسنت سے مقرر کردہ شرعی سزائیں ہیں جن کا مقصد جرائم پیشہ لوگوں کو دوبارہ اس جرم کا ارتکاب کرنے سے روکنا ہے۔

جرائم کی اقسام:

فقہاء کے نزدیک جرائم کی دو قسمیں ہیں۔

① جرائم الحدود وہ جرم جن کی سزا قرآن وسنت میں مقرر شدہ ہے اس سے مراد، ارتداد (اسلام سے مرتد ہونا) زنا، قذف (بہتان لگانا) خمر (شراب پینا)، سرقہ (چوری کرنا)، محاربۃ (ڈاکہ زنی)، البغی (حکومت کے خلاف بغاوت اور سرکشی کرنا)۔

② دوسری قسم جسے فقہاء جرائم القصاص کہتے ہیں ان سے مراد ناحق قتل کا قصاص اور دیت وغیرہ ہے۔

حدود قائم کرنے کا حکم

حدود کا نفاذ کرنا واجب ہے کیونکہ اس سے امن قائم ہوتا ہے اور مجرم دوبارہ جرائم سے باز آجاتا ہے اور ہر انسان کی عزت نفس، مال و دولت اور اہل وعیال ہر طرح کے ظلم سے محفوظ رہتے ہیں۔ حدود کے نفاذ سے صرف انسان کی عزت ہی محفوظ نہیں ہوتی بلکہ ہر مخلوق کے لیے امن متحقق ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

"عن أبی هریره رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حد یعمل به فی الأرض خیر لأهل الأرض من أن یمطروا أربعین صباحا"(۱)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین میں حدود کا قائم کرنا اہل ارض کے لیے چالیس روز تک مسلسل لگاتار بارش برسنے سے زیادہ مفید ہے۔"

حدود گناہوں کا کفارہ ہیں:

اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک دفعہ کسی مجرم کو سزا دی جائے تو اسے دوبارہ آخرت میں اس جرم کی سزا نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک گناہ کے مرتکب پر دو دفعہ سزا نہیں دیتا۔ جیسا کہ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔

"عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ قال: كنّا مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی مجلس فقال تبایعونی علی أن لا تشركوا بالله شیئاً ولا تزنوا ولا تسرقوا ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق، فمن وفی منكم فأجره علی الله ومن أصاب شیئاً من ذلك فعوقب به فهو كفارة له" (۲)

---

(۱) سنن النسائی، ح:۴۹۰۴ وسنن ابن ماجة، ح:۲۵۳۸

(۲) صحیح البخاری، ح:۷۲۱۳ وصحیح مسلم، ح:۱۷۰۹

''حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک دفعہ ہم رسول اللہ کی مجلس میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراو گے، زنا اور چوری نہیں کرو گے اور کسی کو ناحق قتل نہیں کرو گے۔ جس شخص نے وفا کی تو اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا کرے گا۔ اور جو ان امور کا مرتکب ہوا اور اس پر حد نافذ کی گئی تو وہ اس کیلئے کفارۃ ہوگی (شرک کے علاوہ)۔''

اس طرح ایک دوسری حدیث میں عبداللہ بن بریدہ روایت کرتے ہیں۔

"عن عبدالله بن بريدة عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال في شأن المرأة الغامدية بعد ما أقيم عليها حدّ الزنى وقد سبّها خالد بن الوليد رضي الله عنه وسمع النبي صلى الله عليه وسلم سبّه ايّاها، فقال مهلاً يا خالد، فوالذى نفس بيده لقدتابت توبةً لو قسمت بين سبعين من أهل المدينة لَوسِعَتهُم "(١)

''عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب غامدیہ قبیلہ کی عورت کو زنا کی سزا دی گئی (رجم کیا گیا) تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے گالی دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالد رکو ایسا نہیں کہو مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر اس توبہ کو مدینہ کے ۷۰ آدمیوں پر تقسیم کیا جائے تو ان کیلئے بھی کافی ہو جائیگی۔''

حدود کے نفاذ میں سفارش کرنے کا حکم:

اسلام کی روشنی میں حدود میں سفارش کرنا اور مجرم کے گناہ پر پردہ ڈالنا اس وقت تک جائز ہے جب تک معاملہ حاکم یا قاضی تک نہیں پہنچتا۔ اگر معاملہ یا کیس ان تک پہنچ گیا تو پھر سفارش کرنا حرام ہے کیونکہ سفارش کی وجہ سے حدود کا نفاذ معطل ہو جائیگا تو یہ قطعاً جائز نہ ہوگا جیسا کہ درج ذیل احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے۔

(١) صحيح مسلم، ح:١٦٩٦

١ ”عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أنّ النبي ﷺ قال: تعافوا الحدود فيما بينكم فما بلغني من الحدّ فقد وجب“(١)

”عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آپس میں سزا کو معاف کردیا کرو۔ جب معاملہ مجھ تک پہنچ گیا تو حد واجب ہوجائیگی۔“

٢ ”عن عروة بن الزبير رضی اللہ عنہ قال: لَقِيَ الزبير سارقاً فشفع فيه فقيل له حتى يبلغ الامام فقال: اذا بلغ الامام فلعن الله الشافع والمشفع“(٢)

”عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ ایسے چور سے ملے جسے قاضی کے پاس لے جایا رہا تھا۔ تو زبیر نے اسے معاف کرنے کی سفارش کی تو لوگوں نے کہا کہ جب امام یا قاضی تک پہنچ جائیگے تو سفارش کرلینا تو زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب معاملہ قاضی یا امام تک پہنچ جائیگا تو سفارش کرنے والے اور جس کیلئے سفارش کی جائیگی تو ان دونوں پر (اللہ تعالیٰ) کی لعنت ہے۔“

٣ ”عن صفوان بن امية رضی اللہ عنہ قال كنت نائماً في المسجد على خميصة لي فسرقت فأخذنا السارق فرفعناه الى رسول الله ﷺ فامر بقطعه فقلت يا رسول الله أفي خميصة ثمنها ثلاثين درهماً؟ أنا أهبها له فقال ﷺ فهلاً كان قبل أن تأتيني به؟“(٣)

”صفوان بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دفعہ مسجد میں سویا ہوا تھا۔ میری چادر چوری کرلی گئی۔ ہم نے چور کو پکڑ لیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا۔ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ تو میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول صرف ایک چادر کے بدلہ میں جس کی قیمت ٣٠ درہم ہے۔ (اس کا

(١) سنن ابوداؤد، ح:٤٣٧٦ وسنن النسائی، ح:٤٨٨٥ وحاکم، ح:٤٣٧٦
(٢) أخرجه الطبرانی، ح: ٢٢٨٤
(٣) سنن ابوداؤد، ح:١٤٣٩٤ وسنن النسائی، ح:٤٨٨٣

ہاتھ کاٹا جائیگا) میں نے وہ چادر اسے ہبہ کردی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اسے لانے سے پہلے تو نے اسے ہبہ کیوں نہیں کیا۔"

٤ "عن عائشة رضي الله عنها أن قريشاً أهمهم شأن المرأة المخزومية التي سرقت فأمر النبي ﷺ بقطع يدها فأتى أهلها أسامة بن زيد حب رسول الله فكلموه، فكلم النبي ﷺ فيها فقال له النبي ﷺ يا أسامة أتشفع في حدٍّ من حدودِ الله عزوجل؟(وفي الحديث) أيم الله لو أن فاطمة بنت محمدٍ سرقت لقطعت يدها" (١)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو ان کی معزز مخزومیہ عورت جس نے چوری کی تھی کا معاملہ اہمیت اختیار کرگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ تو قریش نے رسول اللہ کے محبوب اسامۃ بن زید سے سفارش کرنے کی درخواست کی تو اس نے سفارش کردی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے اسامۃ کیا تم اللہ کی حدود کے نفاذ میں سفارش کرتے ہو؟ تو اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا (حدیث میں ہے) مجھے اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔"

مذکورۃ احادیث سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ جب معاملہ امام یا قاضی تک پہنچ جائے تو کسی کو حدود اللہ کے نفاذ میں سفارش کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

حدود اللہ کا نفاذ کون کریگا:

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حاکم یا اس کا نائب ہی حدود کے نفاذ کا ذمہ دار ہوگا۔ کسی دیگر شخص کو ازخود کسی مجرم پر حد قائم کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

الامام الطحاوی مسلم بن یسار سے روایت کرتے ہیں:

"كان رجل من الصحابة يقول الزكاة والحدود والفيئ والجمعة إلى

(١) صحيح البخاري، ح:٣٤٧٥ وصحيح مسلم، ح:١٦٨٨

السلطان"(١)

''صحابہ میں سے ایک صحابی کا یہ فرمان ہے کہ زکاۃ کی وصولی، حدود کا نفاذ، مال غنیمت کی تقسیم اور جمعہ کی امامت سلطان کے اختیار میں ہے۔''

لیکن امام شافعی رحمہ اللہ اور بعض سلف کی رائے ہے کہ آقا اپنے غلام پر خود حد لگا سکتا ہے اور درج ذیل آثار سے استدلال کرتے ہیں۔

١ "عن علی رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال أقیمو الحدود علی ما ملکت أیمانکم"(٢)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے غلاموں پر حد کا نفاذ کرو۔''

٢ "عن جابر بن زید عن أبیه عن فقهاء أهل المدینة إنهم كانوا یقولون: لا ینبغی لأحد یقیم شیئاً من الحدود دون السلطان، إلّا أنّ للرجل أن یقیم حدّ الزنا علی عبده وأمته"(٣)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن زید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اور وہ فقہاء اہل المدینہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ سلطان کے علاوہ کسی کو بھی حدود کے نفاذ کا اختیار نہیں ہے لیکن آقا اپنے غلام اور لونڈی پر زنا کی حد لگا سکتا ہے۔''

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ آقا سلطان کے پاس معاملہ لے جائیگا اور خود غلاموں پر حد نہیں لگا سکتا۔ (فقہ السنۃ ج:٢/٢٤٣)

شبہات سے حدود کا ساقط ہونا:

حد سزاؤں میں سے ایسی سزا ہے۔ جس سے جرم کرنے والے کو جسمانی اور عزت و شہرت کے اعتبار سے نقصان پہنچتا ہے اور حق جانے بغیر مجرم کو ضرر پہنچانا جائز نہیں ہے۔

(١) الطحاوی، ح:٢١٤٣

(٢) سنن ابوداؤد، ح:٤٤٧٣ (احمد، ح:٧٣٦)

(٣) أخرجه البیهقی، ح:١٦٨٩٠

اور حق کو جاننے کے لیے واضح ثبوت درکار ہے ایسا ثبوت جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو۔ اس وجہ سے تہمت اور شکوک کو اقامت حدود کیلئے قابل اعتبار نہیں سمجھا گیا۔ کیونکہ شکوک کی موجودگی میں قاضی حکم صادر کرنے میں غلطی کرسکتا ہے۔ موضوع کی وضاحت کیلئے چند احادیث درج ذیل ہیں۔

۱ ”عن ابی هریرہ ﷛ قال: قال رسول الله ﷺ ادفعوا الحدود ما وجدتم لها مدفعاً“ (۱)

”حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر حد لگانے میں کوئی شک یا مانع موجود ہو تو حد نہ لگائی جائے۔“

۲ ”عن عائشة ﷞ قالت: قال رسول الله ﷺ اِدرأوا الحدود عن المسلمین ما استطعم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الِامام لأن یخطِئَ فی العفو خیرٌ له من أن یخطئَ فی العقوبة“(۲)

”حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جتنا ممکن ہو سکے مسلمانوں کو حدود سے بچایا جائے۔ اگر اس کی بیگناہی کا راستہ نکلتا ہو تو اسے اختیار کیا جائے کیونکہ امام اگر مجرم کو معاف کرنے میں غلطی کرتا ہے تو وہ غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے۔“

۳ ”عن ابن عباس ﷛ قال: قال النبی ﷺ اِدرأوا الحدود بالشبهات، ادفعوا القتل عن المسلمین ما استطعتم“(۳)

”حضرت ابن عباس ﷛ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا شبہات کی موجودگی میں حدود نہ لگائی جائیں۔ اور جس قدر ممکن ہو مسلمانوں کو قتل کی حدود سے بچاؤ۔“

(۱) سنن ابن ماجة، ح:۲۵۴۵

(۲) سنن الترمذی، ح:۱۴۲۴ والبیهقی، ح:۲۵۸۷ والحاکم، ح:۸۱۶۳ والدارقطنی، ح:۳۰۹۷

(۳) سنن الترمذی، ح:۱۴۲۴ والبیهقی، ح:۱۵۷۰۰

حدود کے نفاذ میں حکمت:

حدود کے نفاذ کا مقصد لوگوں کو جرائم کے ارتکاب سے روکنا ہے۔ اجتماعی اور انفرادی طور پر عامۃ المسلمین کو برے کاموں سے بچانا ہے۔ عام طور پر لوگ ایک دوسرے کی جان، عزت، مال و دولت پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے جرائم سے روکنے کے لیے ہر طرح کی مختلف اور مناسب سزاؤں کے احکام نازل فرمائے ہیں۔ تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ اجتماعی طور پر جب حدود کا نفاذ کیا جاتا ہے تو امتِ اسلامیہ امن اور سلامتی سے زندگی بسر کرتی ہے ان کے اموال اور عزتوں کی حفاظت ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ مجرم بعض اوقات خود بخود امام کے سامنے پیش ہو جاتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ میں نے یہ جرم کیا ہے مجھ پر حد لگائی جائے تاکہ اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر کے پاک وصاف ہو جاؤں۔

مثال کے طور مملکۃ عربیہ سعودیہ کے قیام سے پہلے خطۂ حجاز چوری، ڈاکے اور لوٹ مار کا مرکز تھا۔ حتیٰ کہ بہت کم حاجی سلامتی کے ساتھ اپنے ملکوں کو واپس لوٹتے تھے۔ لیکن جب سعودی حکومت نے شرعی حدود کا اجرأ کیا اور مجرموں کو سزائیں دیں تو ہر طرح کی لوٹ مار ختم ہو گی ہے اور سعودی حکومت کو اقوام عالم میں بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جن کے ہاتھ کاٹے گئے ہیں۔ ان کی تعداد پہلے زمانے میں لوٹ مار اور قتل و غارت میں مرنے والوں کی نسبت بہت کم ہے۔

****......****

الردۃ (مرتد کی سزا)

ردّۃ کی لغوی اور شرعی تعریف

لغوی تعریف: ردّۃ باب فَعَلَ یَفعُلُ ردیدٌ کا مصدر ہے۔ جس کا لغوی معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو چھوڑ کر دوسری کی طرف رجوع کرنا اور یہ کفر کرنے کیلئے خاص ہے۔

شرعاً:

العیاذ باللہ۔ ردّۃ دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف رجوع کرنے کو کہتے ہیں چاہے وہ نیت سے ہو یا عملاً یا قولاً ہو۔

ارتداد کا ارتکاب کرنا بدترین کفر کی علامت ہے اور اس کی سزا بھی سخت ترین ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (البقرة:۲/۲۱۷)

”جو شخص تم میں سے دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے پھر وہ کفر کی حالت میں مر جائے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا اور آخرت میں اعمال ضائع ہو گئے اور وہی جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔“

کلام کا خلاصہ یہ ہے:

العیاذ باللہ جو دین اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے دین کو بغیر کسی زبردستی کے قبول کرے مثلاً نصرانیت، یہودیت، شیوعیت یا لادینیت اور وہ عاقل، بالغ، مختار مرد ہو یا عورت سب برابر ہیں۔ چنانچہ مجنون، بچے اس میں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان گرامی ہے۔

”رفع القلم من ثلاث عن النائم حتى يستيقظ عن صبي حتى يحتلم وعن المجنون حتى يعقل“(۱)

(۱) سنن ابوداؤد، ح:۴۴۰۳ والترمذی، ح: ۱۴۲۳ والنسائی، ح:۳۴۳۲

''تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں۔ سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے اور مجنون جب تک صحت یاب نہ ہو جائے۔''

اگر کسی کو کفریہ کلمات کہنے پر مجبور کیا جائے تو وہ اسلام سے خارج نہ ہوگا جب تک اس کا دل ایمان کی حلاوت سے معمور ہے جیسا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کفریہ کلمات کہنے پر مجبور کیا گیا تھا تو انہوں نے زبان سے وہ کلمات کہہ دیے تو پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے دل کی کیا حالت ہے؟ جواب دیا کہ میرا دل ایمان پر مطمئن ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دوبارہ ایسا کہنے کو کہیں تو کہہ دینا۔ اس موقع پر سورۃ النحل میں درج ذیل آیت نازل ہوئی۔

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (النحل:١٠٦/١٦)

''جو ایمان کے بعد کفریہ کلمات کہنے پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو اور لیکن وہ جس کا سینہ کفر سے کھل چکا ہے۔ پس ان پر اللہ کا غضب اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔''

مرتد کی سزا:

اسلام میں ارتداد بہت بڑا جرم ہے۔ مرتد کے مسلمان ہونے کی صورت میں جتنے بھی اچھے کام اور نیکیاں تھیں وہ ارتداد کے بعد سب کی سب ضائع ہو جاتی ہیں اور آخرت میں بھی اس کے لیے دردناک عذاب ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں آیا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ (البقرة:٢١٧/٢)

''جو شخص تم میں سے دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے پھر وہ کفر کی حالت میں مر جائے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن کے دنیا اور آخرت میں اعمال ضائع ہو گئے اور وہی جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرتد کو دوبارہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائیگی۔ اگر وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے تو بہتر ورنہ تلوار سے اُسے قتل کر دیا جائیگا نہ اس کو غسل دیا جائیگا اور نہ جنازہ پڑھا جائیگا اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ بلکہ جنگل میں پھینک دیا جائیگا تا کہ اس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث میں آیا ہے۔

۱ "عن عکرمة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: من بدل دینه فاقتلوه"(۱)

"جو دین سے مرتد ہو جائے (اسے قتل کر دو)۔"

۲ "عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: لا یحل دم امری مسلم یشهد أن لا إله الا الله و أن محمداً رسول الله الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارك لدینه المفارق للجماعة"(۲)

"ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان آدمی کا جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا خون بہانا جائز نہیں۔ مگر تین حالتوں میں سے کسی ایک وجہ سے اس کا قتل جائز ہے۔ ① شادی شدہ زانی ② کسی کو ناحق قتل کرنے پر اسے قتل کیا جائیگا ③ وہ اپنے دین اسلام کو چھوڑ دے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے۔"

۳ "عن جابر رضی اللہ عنہ قال: امراة یقال لها أم مروان ارتدت فأمر النبی ﷺ أن یعرض علیها الاسلام، فان تابت والا قتلت فأبت أن تسلم فقتلت" (۳)

"جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امّ مروان نامی عورت مرتد ہوگئی۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اسے اسلام پیش کیا جائے۔ اگر توبہ کر لے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔"

(۱) صحیح البخاری، ح:۳۰۱۷ وسنن الترمذی، ح:۱۴۵۸
(۲) صحیح البخاری، ح:۶۸۷۸ وصحیح مسلم، ح:۱۶۷۶
(۳) الدارقطنی، ح:۳۲۱۸ والبیهقی، ح:۳۱۶۷

٤ ”عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ لمّا أرسله الى اليمن قال له: أيّما رجل ارتدّ عن الاسلام فأدعه، فان عاد والّا فاضرب عنقه وأيما امرأة ارتدّت عن الاسلام فأدعها فان عادت والّا فاضرب عنقها“(۱)

”نبی اکرم ﷺ نے جب معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اگر کوئی آدمی اسلام سے منحرف ہو جائے تو اسے اسلام کی طرف بلاؤ اگر قبول کر لے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دو۔ اس طرح اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے تو اسے اسلام کی طرف بلاؤ اگر قبول کر لے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دو۔“

تاریخ گواہ ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا جب تک وہ اسلام کی طرف لوٹ نہیں آئے۔ کسی نے بھی ان کی رائے کے ساتھ اختلاف نہیں کیا کیونکہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔

(مرتد کی علامت) آدمی کب مرتد گردانہ جاتا ہے:

کسی مسلمان کو اس وقت تک مرتد یا خارج از اسلام نہیں کہا جا سکتا جب تک کفر اس کے دل میں گھر نہ کر جائے جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے۔

﴿وَلٰكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا﴾(النحل:۱۰٦/۱٦)

”اور لیکن وہ (کافر ہے) جس کے سینہ میں کفر گھر کر جائے۔“

دل کے معاملے سب غیبی ہیں جن کو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ ضروری ہے کہ اس سے ایسے امور سرزد ہوں جن سے قطعی طور پر ارتداد ثابت ہوتا ہو اور کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کسی آدمی میں ۹۹ ننانوے کفر کی علامات ظاہر ہو جائیں لیکن صرف ایک ہی علامت ایمان کی پائی جائے تو اسے ہم مسلمان ہی شمار کریں گے۔ (فقہ السنۃ، ج۲،ص ۳۸۴)۔

(۱) الطبرانی، ح: ٢٨٤

دیگر ائمہ یہ کہتے ہیں کہ مرتد ہونے کے ثبوت کیلئے دو عادل آدمیوں کی گواہی ضروری ہے۔ جس میں وہ متفقہ طور پر کہیں کہ یہ مرتد ہے۔ لیکن اگر قاضی کے استفسار پر گواہ کہتے ہیں کہ وہ فلاں فلاں کفریہ کلمات کہتا ہے یا وہ فلاں فلاں کفریہ کام کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے خیال میں وہ کفریہ ہوں لیکن حقیقت میں وہ کفریہ نہ ہوں۔

مثالیں جو کفر پر دلالت کرتی ہیں:

مندرجہ ذیل امور میں سے اگر کسی میں ایک بھی پایا گیا تو وہ کافر ہوگا۔

① جس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا رسولوں میں سے کسی بھی رسول کو یا کسی فرشتہ کو گالی دی تو وہ کفر ہے۔

② جس نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت یا الوہیت یا کسی رسول کی نبوت سے انکار کیا تو وہ کفر ہے۔

③ جو اللہ تعالیٰ کی صفات یعنی حیّ قیوم، سمیع، بصیر، رحیم، غفور وغیرہ کا انکار کرے تو وہ کافر ہوگا۔

④ اگر کسی نے متفق علیہ شرعی فرائض مثلاً نماز، زکوٰۃ، صیام رمضان، حج، جہاد وغیرہ کا انکار کیا تو وہ کافر ہوگا۔

⑤ اگر کسی نے متفق حرام اشیاء کو حلال قرار دیا مثلاً زنا، شراب پینا، چوری کرنا، سور کا گوشت کھانا، جادو، قتل النفس وغیرہ تو وہ کافر ہے۔

⑥ اگر کسی نے قرآن کریم کی کوئی ایک سورۃ یا آیت کا انکار کیا یا قرآن کریم کوڑے دان میں پھینک دیا یا کتب احادیث کی بے حرمتی کی تو وہ بھی کافر ہوگا

⑦ جو شخص جنت، دوزخ، عذاب، بعث یا قیامت کے دن کی نعمتوں کا انکار کرے تو وہ کافر ہوگا۔

⑧ اگر کسی نے خاتم الانبیاء کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا یا یہ دعویٰ کیا کہ مجھ پر بھی وحی نازل ہوتی ہے وہ بھی کافر ہے۔

⑨ جس شخص نے حلال چیزوں کو حرام قرار دیا مثلاً بیع وشرا، شرعی نکاح وغیرہ تو وہ بھی کافر ہے۔

نوٹ: کبھی کبھی مسلمان کے دل میں اسلام کے منافی وسوسے پیدا ہو جاتے ہیں ان کی وجہ سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

١ "عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال: إن اللہ عزوجل تجاوز لأمتی عما حدثت بہ أنفسھا مالم تعمل او تتکلم بہ"(١)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا میرے امتی کے دل میں جو وسواس پیدا ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر کیا ہے اس وقت تک کہ ان پر عمل پیرا نہ ہو یا ان کا اظہار نہ کرلے۔"

٢ "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: جاء أناس من أصحاب النبی ﷺ فسألوہ، فقالوا: انا نجد فی أنفسنا ما یتعاظم أحدنا أن یتکلم بہ: قال وقد وجدتموہ؟ قالوا: نعم، فقال: ذلک صریح الایمان"(٢)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ ہمارے دلوں میں اس طرح کے وسوسے آتے ہیں جن کا اظہار کرنا بہت گراں گزرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا واقعی تم ایسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو عین ایمان ہے۔"

(١) صحیح مسلم، ح:١٢٧ (٢) مسلم، ح:١٣٢

۳ عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یزال الناس یتساءلون حتی یقال: هذا خلق الله الخلق فمن خلق الله؟ فمن وجد من ذلك شیئاً، فلیقل آمنتُ بالله"(۱)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اکثر لوگ آپس میں سوال کرتے ہیں کہ جب مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اپنے دل میں اس طرح محسوس کرے تو اسے چاہیے کہ یہ کہے (آمنت باللہ) کہ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں۔''

مرتد سے توبہ کروانا:

اکثر اوقات ارتداد بعض شکوک اور شبہات کی بنا پر ہوتا ہے جو بندہ کے دل میں سما جاتے ہیں اور نتیجتاً وہ ارتداد کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس کے شکوک و شبہات کو قرآن کریم اور احادیث سے ادلۃ اور براہین کے ذریعہ دور کیا جائے۔ پھر اسے سوچنے اور سمجھنے کے لیے مناسب مہلت بھی دی جائے تا کہ وہ توبہ کر کے دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ اگر وہ العیاذ باللہ ارتداد پر ہی قائم رہنے پر مصر ہو تو پھر اسے قتل کر دیا جائے۔

اہل علم کا مرتد کو قتل کرنے پر اتفاق ہے لیکن اس کا توبہ قبول کرنے کے متعلق ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① ائمہ اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ) کا مذہب ہے (العیاذ باللہ) اگر کوئی مسلمان مرتد ہو گیا تو اُسے تین دن اور تین راتیں قید رکھ کر اسلام کی طرف لوٹنے کی دعوت دی جائے قید میں کھانا بھی دیا جائے اور اسے کسی قسم کی سزا نہ دی جائے۔ اگر اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا تو بہتر لیکن اگر وہ ارتداد پر ہی مصر رہا تو اس کی گردن اڑا دی جائیگی۔ وہ درج ذیل ادلہ سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) صحیح مسلم، ح:۱۳۴

۱ "عن عبدالرحمن بن محمد بن عبدالله عن أبيه قال: أن رجلاً أتى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه من الشام من جيش المسلمين، فقال له عمر رضي الله عنه هل من مغربةٍ من خبرٍ؟ قال نعم: رجل كفر بعد اسلامه فقال عمر: ماذا فعلتم به؟ قال ضربنا عنقه، قال هلّا حبستموه في بيتٍ ثلاثا واطعمتموه كل يوم رغيفاً واستتبتموه لعلّه يتوب؟، ثم قال: اللهم اِني لم حضر ولم آمر ولم أرضِ اذ بلغني اللهم اِني أتوب اليك من دمه"(۱)

"عبدالرحمٰن بن محمد عبداللہ اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی ملک شام سے مسلمانوں کے لشکر میں سے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اس ملک سے کوئی خبر لائے ہو؟ اس نے کہاں ہاں: ایک آدمی اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا! تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا ہم نے اس کی گردن کاٹ دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگوں نے اسے تین دن تک قید کیوں نہ کیا۔ اور اسے ہر روز روٹی کیوں نہ کھلائی اور اسے توبہ کرنے کو کہتے ہوسکتا تھا وہ تائب ہو جاتا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ میں اس وقت وہاں موجود نہ تھا اور نہ ہی میں نے اس کا حکم دیا۔ اور جب مجھے خبر پہنچی میں اس پر راضی نہیں ہوا۔ اے اللہ میں اس کے خون سے توبہ کرتا ہوں۔"

۲ "عن جابر رضي الله عنه ان امرأة "أمّ مروان" ارتدت فأمر النبي صلى الله عليه وسلم أن يعرض عليها الاسلام فان تابت والاّ قُتلت فأبت أن تُسلم فقتلت"(۲)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "ام مروان" نامی ایک عورت اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے دوبارہ اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ توبہ تائب ہوجائے تو بہتر ورنہ قتل کردی جائے۔ لیکن اس عورت نے توبہ سے انکار کردیا اور قتل کردی گئی۔"

---

(۱) الموطا، ح: ۲۹۸٦ مسند الشافعي، ح:۱٦۰۸ والبيهقي، ح:۳۱۷۰

(۲) الدارقطني، ح:۱۲۵

۳ "ثبت عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ إنه استتاب امرأۃ یقال لها "أم قرفة" کفرت بعد اسلامها فلم تتب فقتلها"(۱)

''حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک ''ام قرفہ'' نامی عورت اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگئی اور توبہ سے انکار کردیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کردیا۔''

② دوسرے فریق کا کہنا ہے کہ مرتد سے توبہ کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا بلکہ اسے دوبارہ اسلام لانے کی دعوت دی جائیگی اگر اس نے دعوت قبول کرلی تو بہتر ورنہ اسے قتل کردیا جائیگا۔

اس رائے کے حامل حسن بصری، طاؤس، اہل ظاہر ہیں اور حنابلہ سے بھی ان کا دوسرا قول یہی ہے۔اور وہ درج ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

۱ "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "من بدل دینه فاقتلوه"(۲)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو اسلام سے مرتد ہوجائے تو اسے قتل کردو''۔فاقتلوہ میں جو حرف (فاء) ہے وہ مقتضی ہے کہ مرتد کو فوراً قتل کردیا جائے اور تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔''

۲ "حدیث معاذ رضی اللہ عنہ إنه قدم الیمن علی ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قد وجد عنده رجلاً موثقاً فقال ما هذا؟ قال: رجلٌ کان یهودیًا فأسلم ثم رجع إلی دینه فتهوَّد، فقال معاذ لا أجلس حتی یُقتل: ذلك قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکرّر ذلك ثلاث مرات، فامر به فقُتل"(۳)

''حضرت معاذ کی حدیث ہے جب وہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے ملنے یمن گئے وہاں ایک آدمی کو مقید پایا پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ یہ یہودی تھا اور

(۱) الدارقطنی، ح:۱۱۰ والبیهقی، ح:۱۶۶۵۰

(۲) البخاری ومسلم، قالوا انه الفاء فی (فاقتلوه) تفید التعقیب ولا یجوز التاخیر

(۳) سنن ابوداؤد، ح:۴۳۵۴

مسلمان ہو گیا تھا۔ پھر مرتد ہو گیا ہے۔ حضرت معاذ نے کہا جب تک تم اسے قتل نہیں کر دیتے۔ میں ہرگز نہیں بیٹھوں گا۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہے (اور تین دفعہ یہ قول کہا) تو اُسے قتل کر دیا گیا۔"

الراجح: پہلا قول راجح ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث واضح دلیل ہے پھر فقہ السنۃ ۲/۳۸۸ میں السید سابق لکھتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے آنے سے پہلے تقریباً ۲۰ دن تک حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اُسے توبہ کرنے کے لیے کہتے رہے تھے۔

مرتد عورت کا حکم:

مرتد عورت کو قتل کرنے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

اولاً: احناف کے نزدیک مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائیگا بلکہ اسے قید کیا جائیگا اور اُسے ہر روز اسلام کی دعوت دی جائیگی۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے یا پھر قید ہی میں وفات پا جائے۔ (المبسوط: ۱۰/۹۸، فتح القدیر: ۴/۳۸۵، الفقہ الاسلامی للزحیلی، ۷/۵۵۸۱)

اور درج ذیل ادلہ سے استدلال کرتے ہیں۔

۱ "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لا تقتل النساء اذا هنّ ارتددن عن الاسلام ولكن يحبسن ويدعين إلى الاسلام ويُجبرن عليه"(۱)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان کا کہنا ہے کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اُسے قید کیا جائے اور اسلام کی دعوت دی جائے اور اُسے اسلام پر مجبور کیا جائے۔

۲ "عن ابی عمر رضی اللہ عنہ إن امرأة وجدت فی بعض مغازی النبی ﷺ مقتولة فانكر رسول ﷺ قتل النساء و الصبيان" (فقه السنة، ج:۲/۳۸۷)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ بعض غزوات میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو نبی اکرم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔"

(۱) الدارقطنی، ح:۳۵۵ والبیهقی، ح:۱۶٦٤٦

۳ "عن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ انه قال: المرتدة تستتابُ ولا تُقتل"(۱)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اس سے توبہ کروائی جائے۔"

ثانیاً: الامام مالک، الامام الشافعی، الامام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مرتد عورت کے ساتھ مرتد آدمی والا سلوک کیا جائیگا۔ قتل کرنے سے قبل تین دن تک اس سے توبہ کروائی جائیگا۔ علاوہ ازیں مالکیہ کہتے ہیں۔ اگر عورت مرضعہ (یعنی اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہو) تو مدت رضاعت پوری ہونے تک اسے قتل نہ کیا جائے لیکن اگر دوسری مرضعہ مل جائے اور بچہ اس کا دودھ قبول کرلے تو پھر اسے قتل کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر وہ شادی شدہ ہے تو استبراء ضروری ہے۔ تو اس کے بعد اسے قتل کیا جائیگا۔

(بداية المجتهد، ج:۲/۴۴۸، الشرح الكبير للدردير، ج:۴/۳۰۴، المغنی، ج:۸/۱۲۴)

اور وہ درج ذیل ادلہ سے استدلال کرتے ہیں۔

① "حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن بھیجا تھا۔ اس میں ہے "کہ اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو جائے تو اسے اسلام کی طرف دعوت دی جائے انکار کرنے پر اسے قتل کر دیا جائے۔"

② حضرت ابو بکر الصدیق کے عہد خلافت میں اُمّ قرفہ نامی عورت مرتد ہوگئی تو اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ (حدیث پہلے گزر چکی ہے)

③ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث جس میں "اُم مروان" نامی عورت کو اس کے ارتداد پر قتل کر دیا گیا تھا۔ (حدیث پہلے گزر چکی ہے)

الراجح: ائمہ ثلاثہ کا مذہب صحیح اور راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ جس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا وہ لڑائی کے دوران قتل کی گئی تھی۔ لڑائی میں اگر عورتیں شریک نہ ہوں تو ان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱) الدار قطنی، ح:۳۴۵۴

دور حاضر اور مرتد کی سزا:

اسلام بنی آدم کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے یہ دین بھی ہے اور حکومت کو بھی شامل ہے۔ اور یہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ اسلام ہر برُے کام سے روکتا ہے اور نیک کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔ ارتداد سے اسلامی حکومت اور اس کے قوانین کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور یہ وضعی قوانین کے بھی عین مطابق ہے۔ اگر کوئی آدمی اپنی حکومت کے خلاف انقلاب لانے کی کوشش کرتا ہے، تو اسے بغاوت شمار کیا جاتا ہے اور اس کی سزا موت ہے۔ اسی طرح ارتداد بھی اسلام کے خلاف انقلاب ہی کی طرح ہے جو اسلام کی اہانت کا سبب بنتا ہے۔ جس کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔ اور اس میں یہ رعائت بھی دی گئی ہے کہ اگر توبہ کر لے تو اس کا یہ عظیم جرم معاف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن موجودہ جمہوریات میں بغاوت اور انقلاب کے قوانین تو اس سے بھی سخت ہیں اس میں توبہ کی گنجائش بھی نہیں رکھی گئی۔ بلکہ ان کو کیفر کردار تک پہنچا کر ہی دم لیا جاتا ہے۔

(فقہ السنۃ، ج:۲/۳۸۷)

مرتد کے متعلق دیگر احکامات

اگر کوئی مسلمان (العیاذ باللہ) مرتد ہو جائے تو اس کی اسلام والی زندگی کے مقابلہ میں اس کے معاملات میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ اس کے متعلق بعض احکام کو اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

① ازدواجی زندگی:

(العیاذ باللہ) اگر خاوند یا بیوی میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو ان کے میاں بیوی والے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ کیونکہ اسلام میں ارتداد باہمی جدائی کا باعث بنتا ہے۔ اس علیحدگی سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی توبہ کر لے اور اسلام میں دوبارہ داخل ہو جائے اور باہمی تعلقات استوار کرنا چاہیں تو نیا نکاح نئے حق مہر کے

ساتھ ہوسکتا ہے۔

احناف کے نزدیک ارتداد سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ نئے نکاح کی صورت میں تین طلاقوں میں سے ایک طلاق کم ہوجائیگی۔ (فقہ السنۃ، ج:۲/۳۸۹)

② مرتد کی وراثت:

مرتد اپنے کسی بھی خونی رشتہ دار مسلمان کے فوت ہونے پر اس کا وارث نہیں بن سکتا۔ کیونکہ مرتد کا کوئی دین نہیں ہے۔ جس کا دین نہیں وہ اپنے کسی قریبی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔

لیکن اگر مرتد مرجائے یا اسے قتل کردیا جائے تو اس کی جائیداد کی وراثت میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ اگر مرتد ارتداد کی حالت میں مرجائے یا قتل کردیا جائے تو اس نے جو اسلام کی حالت میں کمایا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔ کیونکہ مرتد ہوتے ہی اسے میت کے حکم میں شمار کیا جائیگا۔ لیکن جو اس نے مرتد ہونے کے بعد کمایا ہے وہ فئی (مال غنیمت) کے حکم میں ہوگا اسے بیت المال میں ڈال دیا جائیگا۔

لیکن امام صاحب کے شاگرد ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی ساری جائیداد جو اس نے اسلام اور ارتداد کی حالت میں کمائی مسلمان وارثوں کے درمیان تقسیم کی جائیگی۔ (المبسوط، ج:۱۰/۱۰۲، فتح القدیر، ج:۴/۳۹۱)

② امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک مرتد نے جس حالت (اسلام اور ارتداد) میں کمایا وہ مال غنیمت کے حکم میں ہے اور بیت المال میں داخل کیا جائیگا کیونکہ وہ کفر کی حالت میں فوت ہوا ہے اور (المسلم لا یرث الکافر) کے تحت مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ (الشرح الکبیر للدردیر، ج:۴/۳۰۴، المغنی، ج:۸/۱۳۸، بدایۃ المجتہد، ج:۲/۴۴۸، ۴۴۹)

④ الامام ابن حزم والامام اسحاق بن راہویہ ودیگر فقہاء نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کی موافقت کی اور کہا اس کی جملہ وراثت مسلمان وارثوں کے درمیان تقسیم کی جائیگی اور وہ دلیل لیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتد بوڑھا آدمی لایا گیا۔ جس نے نصرانیت (عیسائیت) سے توبہ کر کے اسلام قبول کیا تھا اور بعد میں مرتد ہوگیا۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے اس سے سوالات کیے کیا تم نے اپنے غیر مسلم رشتہ دار کی وراثت کا حقدار بننے کیلئے مرتد ہوئے ہو یا کسی عیسائی عورت سے شادی کرنے کی خواہش پر ایسا کیا ہے۔ تاکہ بعد میں دوبارہ مسلمان ہو جاؤ گے تو اس نے ہر سوال کا جواب نفی میں دیا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے اسلام کی طرف لوٹنے کیلئے کہا تو اس نے انکار کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی اور اس کی جملہ جائیداد اس کے مسلمان بیٹے کو دیدی۔ (فقہ السنۃ، ج:۲/۳۸۹)

④ مرتد کی ولائیت (مرتد کا ولی بننا):

مرتد کسی صورت میں ولائیت کا اہل نہیں رہتا اور وہ کسی بھی مسلمان کا والی نہیں بن سکتا حتی کہ وہ اپنی اولاد کا بھی والی نہیں بن سکتا اگر اس نے اپنے چھوٹے بیٹے یا چھوٹی بیٹی کا اپنی ولائیت میں نکاح کر دیا تو ان کا نکاح باطل ہوگا۔ (فقہ السنۃ، ج:۲/۳۹۰)

****......****

حد الزنا (زانی کی سزا)

زنا کی لغوی اور شرعی تعریف

لغۃ: زنا مصدر ہے زانی یزنی (فعل یفعِلُ) سے اس سے اسم فاعل زانِ اور اس کی جمع زُناۃ آتی ہے۔ اور عورت کو زانیۃ کہتے ہیں۔ اس کا معنی ''فاجر'' ہے۔

شرعا: وہ عاقل، بالغ آدمی بغیر کسی شرعی نکاح کے ایک اجنبی عورت کی شرمگاہ (فرج) میں اپنا آلہ تناسل ڈال دے چاہے انزال نہ ہی ہو اُسے زنا کہتے ہیں۔

تمہید: اسلام کی نظر میں زنا ایسا جرم ہے جو کفر، شرک باللہ، قتل النفس کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ جس سے ولد الزنی کا حسب ونسب خلط ملط ہو جاتا ہے اور یہ معاشرہ میں موذی قسم کی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے جن ملکوں میں زنا عام ہو جاتا ہے ان کے عوام میں فحاشی عام ہو جاتی ہے اور اخلاقی اقدار تباہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

"قال لا تَزَالُ أمتي بخير مالم يفش فيهم ولد الزنى، فاذا فشئ فيهم ولد الزنى أوشك أن يعمهم الله بعقابه" (الفقه على المذاهب الاربعة، ج:٥/٤٩)

''جب تک میری امت میں اولاد زنا عام نہیں ہو جاتی اس وقت تک میری امت بخیر و عافیت میں رہے گی اور جب ان میں اولاد زنا عام ہو جائیگی قریب ہے ان سب پر اللہ کا عذاب عام ہو جائے۔''

نبی اکرم ﷺ بذات خود اپنے اعلیٰ حسب ونسب پر فخر کیا کرتے تھے۔ کہ میرے آباؤ اجداد کو اللہ تعالیٰ نے اس وبا سے محفوظ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ (ولدتُ من نكاح ولم أولد من سفاح) اللہ تعالیٰ نے بیشتر آیات میں اس بُرے فعل کے ارتکاب سے منع فرمایا ہے جیسا کہ سورۃ اسراء میں ہے۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾(الاسراء:۳۲/۱۷)

''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ یہ فحش کام اور برا راستہ ہے۔''

سورۃ الفرقان میں اشراک باللہ اور بے حق قتل النفس کے ساتھ ساتھ زنا کا ذکر بھی کیا ہے اور فرمایا۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا o يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا﴾(الفرقان:۲۵/۶۸،۶۹)

''اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو نہیں پکارتے اور نہ بے حق کسی نفس کو قتل کرتے ہیں اور زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسا کریگا وہ جہنم میں جائیگا۔ اور قیامت کے دن اس کا عذاب دوگنا کیا جائیگا اور اس میں ذلیل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔''

علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ نے بہت سی احادیث مبارکہ میں اس برے فعل سے باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

۱ ''عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال: لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله الا الله وأن محمداً رسول الله الا باحدى ثلاث الثيب الزاني والنفس بالنفس والتارك لدينه المفارق للجماعة''(۱)

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان آدمی کا جو لا إلہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے اس کا خون (قتل) تین حالتوں کے علاوہ جائز نہیں شادی شدہ زانی، قتل کے بدلہ میں قتل، مرتد جو جماعت کو چھوڑنے والا ہے۔''

۲ ''عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ اذا زنىٰ الرجل خرج منه الايمان فكان عليه كالظلة، فاذا انقطع رجع اليه الايمان''(۲)

(۱) مسلم، ح:۱۶۷۶ والبخاری، ح:۶۸۷۸ (۲) سنن ابوداؤد، ح:۴۶۹۰

''ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب آدمی زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان خارج ہو کر چھتری کی طرح اس پر چھا جاتا ہے جب اس سے رک جاتا ہے تو ایمان واپس لوٹ آتا ہے۔''

۳ ''عنْ ابی حذیفه بن الیمان رضی اللہ عنہ أن رسوُل الله ﷺ قال: أیاکم والزنیٰ فان فیْه سِت خصال، ثلاث فی الدنیا وثلاث فی الآخرة، فأما التی فی الدنیا فذهاب البهاء ودَوام الفقر وقصر العمر وأما التی فی الآخرة فسخط الله تعالیٰ وسوء الحساب والخلود فی النار''(الفقه علی المذاهب الاربعة، ج:٤٦/٥)

''ابوحذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو زنا سے بچاؤ، بیشک اس میں چھ خصلتیں ہیں تین کا تعلق دنیا میں اور تین کا تعلق آخرت سے ہے۔ دنیا کی تین یہ ہیں وقار ختم ہو جاتا ہے۔ غربت لازم ہو جاتی ہے۔ عمر کم ہو جاتی ہے اور آخرت کی تین خصلتیں یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضی، حساب سخت لیا جائیگا اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔''

زانی کی شرعی سزا:

جاہلیت کے دور میں چونکہ زنا عام تھا۔ لوگوں کو اس برائی سے یک دم باز رکھنے میں کافی مشقت اور حرج ہوتا تھا۔ اس لیے اس کی سزا شراب نوشی کی طرح بالتدریج نازل ہوئی۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں زانی کو مطلق ایذا دینے کا حکم تھا اگر وہ توبہ کرلیں تو انہیں چھوڑ دیں۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے۔

﴿وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوْا عَنْهُمَا﴾

''اور تم میں سے دو مرد وہی بدکاری (زنا) کریں تو ان کو ایذ دو۔ پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کو چھوڑ دو۔'' (النساء:۴/۱۶)

دوسرے مرحلہ میں یوں ہے کہ جو عورتیں بدکاری کریں ان پر چار مردوں کی گواہی کے بعد ان کو گھروں میں بند رکھو۔ یہاں تک کہ ان کی موت آ جائے یا اللہ تعالیٰ ان کے

لیے کوئی راستہ نکال دے جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے۔

﴿وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا﴾ (النساء:۱۵/٤)

''تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کرے تو ان پر اپنوں میں سے چار مرد گواہ لاؤ۔ پھر اگر وہ گواہی دیدیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید کردو۔ یہاں تک کہ ان کو موت آجائے یا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی راستہ مقرر کردے۔''

پھر تیسرے مرحلہ میں حکم نازل ہوا جس میں کنوارے زانی کی سزا ۱۰۰ کوڑے اور شادی شدہ زانی کی سزا رجم رکھی گئی یہاں تک کہ وہ فوت ہو جائے اور حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی مزید وضاحت کرتی ہے۔

"عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال خذوا عني خذوا عني وجعل الله لهن سبيلاً البكر بالبكر مأة جلدة ونفي سنة والثيب بالثيّب جلد مأة والرجم"(۱)

''حضرت عبادۃ بن الصامت سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''لے لو مجھ سے، لے لو مجھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راستہ مقرر کردیا ہے۔ اگر کنوارے ایک دوسرے کے ساتھ بدکاری کریں تو ان کی سزا ۱۰۰ کوڑے اور ایک سال کیلئے جلا وطن کرنا ہے اور اگر شادی شدہ ایک دوسرے کے ساتھ بدکاری کریں تو ان کی سزا ۱۰۰ کوڑے اور رجم یعنی پتھروں سے سنگسار کرنا ہے۔''

زانیوں کی اقسام اور ان کی سزا

زانیوں کی دو قسمیں ہیں۔

① کنوارہ زانی ② شادی شدہ زانی ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ سزا ہے۔

(۱) صحیح مسلم، ح:۱٦۹۰ وسنن ابوداؤد، ح:٤٤١٥ وجامع الترمذی، ح:١٤٣٤

① کنوارہ زانی:

اس سے مراد وہ زانی ہے جس نے قبل ازیں شادی نہ کی ہو۔ اگر یہ زنا کرے تو فقہاء کے نزدیک اس کی سزا ۱۰۰ کوڑے ہیں لیکن اسے گھر سے جلا وطن کرنے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

ا امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی سزا ۱۰۰ کوڑے ہیں۔ مرد اور عورت دونوں کو گھر سے ایک سال کے لیے جلا وطن بھی کیا جائیگا۔ اور عورت کو اس کے محرم کے ہمراہ گھر سے جلا وطن کیا جائیگا۔ اگر محرم اُجرت مانگے تو عورت اُسے اجرت دے گی۔

ب امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مرد کو گھر سے جلاوطن کیا جائیگا لیکن زانیہ کنواری عورت کو جلاوطن نہیں کیا جائیگا۔

ج امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مرد کو جلاوطن کیا جائیگا لیکن کنواری عورت کو معاملہ میں اگر قاضی اس کی جلاوطنی میں کوئی مصلحت دیکھے تو اسے جلاوطن کیا جائیگا ورنہ نہیں اور جلاوطنی کی مدت بھی قاضی مقرر کریگا۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ درج ذیل ادلہ سے استدلال کرتے ہیں۔

ا "عن ابی هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى فيمن زنى ولم يحصن بنفي عام واقامة الحد عليه"(۱)

"بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زانی کے متعلق حکم صادر فرمایا جس نے زنا کیا اور اس نے شادی نہ کی ہوئی ہو۔ اس کو ۱۰۰ کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے گھر سے جلاوطن بھی کیا جائے۔"

ب "عن زيد بن خالد رضي الله عنه قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يأمر فيمن زنى ولم يحصن جلد مأة وتغريب عام"(۲)

(۱) صحيح البخاری، ح:۶۸۳۳، (۲) صحيح البخاری، ح:۶۸۳۱

''زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے حکم دیا کہ جس شخص کی شادی نہ ہوئی ہو اور اس نے زنا کیا اس کی سزا ۱۰۰ کوڑے اور ایک سال تک گھر سے جلا وطن کیا جائے۔''

ج "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنْشُدُكَ اللّٰهَ إِلَّا قَضَيْتَ لِي بِكِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ الْخَصْمُ الْآخَرُ وَهُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ نَعَمْ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأْذَنْ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قُلْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هَذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهِ وَإِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيدَةٍ فَسَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّمَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هَذَا الرَّجْمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ اغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا قَالَ فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرُجِمَتْ"(۱)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرے بارے میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں۔ دوسرے آدمی نے جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا۔ کہا ہاں یارسول اللہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں۔ اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں کہو۔ اس نے کہا میرا بیٹا اس آدمی کے پاس ملازم تھا اور اس نے اس کی بیوی سے زنا کرلیا اور مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کی سزا رجم ہے۔ میں نے اسے ۱۰۰ بکریاں اور ایک لونڈی بدلے میں دیدی ہے۔ پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر ۱۰۰ کوڑوں کی سزا اور ایک سال کے لیے گھر سے جلاوطنی

(۱) صحیح البخاری، ح:۲۷۲٤ وصحیح مسلم، ح:۱٦۹۷

ہے اور اس آدمی کی عورت پر رجم ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ضرور فیصلہ کرتا ہوں۔ بکریاں اور لونڈی تجھے واپس کردی جائیں اور تیرے بیٹے کو ۱۰۰ کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے انیس (اسلم قبیلہ کا آدمی) اس عورت کی طرف جاؤ۔ اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے رجم کردو۔ (راوی کہتا ہے) انیس اس عورت کے پاس گئے اس نے اعتراف کرلیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ اور اسے رجم کردیا گیا۔

۱۰۰ کوڑے اور جلاوطنی کی سزا پر خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا بھی عمل رہا ہے۔ جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ ضرَبَ وَغربَ وأن ابا بکر ضرب وغرب وأن عمر ضرب وغرب''(۱)

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیشک نبی اکرم ﷺ نے سزا دی اور جلاوطن کیا۔ ابو بکر نے سزا دی اور جلاوطن کیا۔ عمر نے مارا اور جلاوطن کیا۔''

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے زانی کو فدک کی طرف جلاوطن کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف جلاوطن کیا عثمان نے سزا کے بعد مصر کی طرف جلاوطن کیا اور علی نے سزا کے بعد بصرہ کی طرف جلاوطن کیا۔ (فقہ السنۃ، ج:۲/۳۴۶)

کوڑے مارنے کی کیفیت: ''کیفیة الجلد''

کوڑے سے سزا دینے کی صورت میں فقہاء رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ کوڑا چمڑے کا ہونا چاہیے نہ ہی بالکل نیا ہو اور نہ ہی پرانا بوسیدہ ہو، جس سے زانی کو تکلیف ہی نہ پہنچے بلکہ درمیانی قسم کا ہونا چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

(۱) جامع الترمذی، ح:۱٤۳۸

"عن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ قال دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسوطٍ بین سوطین لحلدِ رحلٍ اعتراف بالزنیٰ"(۱)

''زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ایک کنوارے آدمی نے زنا کا اعتراف کیا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوڑے مارنے کے لیے درمیانی قسم کا کوڑا منگوایا تھا۔''

فقہاء کا یہ بھی کہنا ہے اگر کوڑے کی بجائے لاٹھی سے سزا دینا ہو تو وہ نہ بالکل سوکھی اور خشک ہو اور نہ ہی تازہ بلکہ (بین بین) یعنی درمیانی قسم کی ہونی چاہیے۔ اور کوڑا مارتے وقت میانہ روی اختیار کرنی چاہیے نہ تو ہاتھ کو سر سے اوپر لیجایا جائے اور نہ ہی بالکل نیچے رکھا جائے بلکہ ہاتھ کو کندھے کے برابر اٹھانا چاہیے اور کوڑا مارتے وقت دایاں پاؤں آگے ہونا چاہیے۔

فقہاء کا یہ بھی کہنا ہے کہ کوڑا چہرہ، سر اور شرمگاہ کے علاوہ جسم کے ہر عضو پر مارنا چاہیے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"اذا ضَرَبَ أحدکم فَلیتق الوحہ"(۲)

اس طرح امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے

"قَدْ رُوِیَ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قال للحلاد اِیاکَ أن تضرب الرأس والفرج"

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے جلاد سے کہتے تھے خبردار سر اور شرمگاہ پر کوڑا نہیں مارنا۔''

(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ، ج:۵/۵۳، فقہ السنۃ، ج:۲/۳۶۰)

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مرد اور عورت کو نیچے بٹھا کر کوڑے مارنے چاہییں لیکن دیگر فقہاء کے نزدیک مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر کوڑے مارے جائیں، فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ شرمگاہ کے علاوہ مرد کے سارے کپڑے اتروا کر ننگے جسم پر کوڑے مارے جائینگے۔ لیکن عورت سے صرف فالتو کپڑے اتروائے جائینگے اور اسے ننگا نہیں کیا جائیگا۔

(۱) المؤطا، ح:۶۹۸ (۲) سنن ابوداؤد، ح:۴۴۹۳

فقہاء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کنوارے زانی کو سخت سردی اور سخت گرمی کے زمانہ میں کوڑے نہ مارے جائیں۔ بلکہ جب موسم معتدل ہو تو اسے سزا دی جائیگی۔ اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کنوارہ زانی اگر مرض الموت میں مبتلا ہے اور اس کی صحت یابی کی کوئی امید نہ ہو تو اسے (عرجون) یعنی کھجور کی شاخ سے سزا دی جائیگی جس میں چھوٹی چھوٹی ۱۰۰ شاخیں ہوں۔ اگر اس میں ۵۰ شاخیں ہوں تو دو دفعہ مارا جائیگا۔

فقہاء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر مجلود یعنی کنوارہ زانی سزا کے دوران فوت ہو جائے تو امام یا جلاد پر دیت ادا کرنا واجب نہیں ہوگی اور نہ ہی وہ کفارہ ادا کرینگے۔

(بداية المجتهد، ج:۲/۱۰ ٤، فقه السنة، ج:۲/۳۵۸،۳۵۹، ۳٦۱)

محصن یعنی شادی شدہ زانی کی سزا:

محصن یعنی شادی شدہ زانی مرد یا عورت کا بالغ، عاقل، آزاد ہونا اور اس نے صحیح عقد کے ذریعے بیوی سے جماع کیا ہو ضروری ہے لیکن زانی کا مسلمان ہونے کی شرط میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

احناف اور مالکیہ کے نزدیک محصن کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ لیکن شافعیہ اور حنابلہ کا کہنا ہے کہ محصن کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی مرد اور یہودی عورت جنہوں نے زنا کیا تھا جب یہود نے آپ ﷺ سے فیصلہ کروایا تھا تو آپ نے انہیں رجم کرنے کی سزا دی تھی۔ (صحیح بخاری، مسلم، مکمل حدیث اگلی فصل میں ہے)۔

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ محصن مرد اور عورت اگر زنا کے مرتکب ہوں انہیں رجم کیا جائیگا یہاں تک کہ وہ فوت ہو جائیں۔ یہ سزا قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ کی قولی، فعلی سنت سے ثابت ہے اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی ثابت ہے اور امت اسلامیہ کا اس پر اجماع بھی ہے۔

محصن (شادی شدہ) کے رجم کرنے کے دلائل:

۱ "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: أنزل الله من القرآن الشیخ والشیخة اذا زنیا فأرجموهما البتة نكالاً من الله، والله عزیز حكیم، كانت تتلیٰ هذه الآیة ثم نُسِخَت تلاوته وبقی حكمها"(۱)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ آیت نازل فرمائی کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب زنا کریں تو ان کو رجم کرنا لازمی ہے یہ اللہ کی طرف سے عقاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے، یہ آیت قرآن کریم میں پڑھی جاتی تھی پھر تلاوت منسوخ کردی گئی اور اس کا حکم باقی رکھا۔''

۲ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قال: كانت سورة الأحزاب توازی سورة البقرة وكان فیها آیة الشیخ والشیخة اذا زنیا فأرجموها"(۲)

''اُبی بن کعب کہتے ہیں کہ سورۃ الاحزاب سورۃ البقرہ کے برابر تھی۔ کیونکہ اس میں الشیخ والشیخۃ اذا زنیا والی آیت موجود تھی۔''

۳ "عن ابی عباس رضی اللہ عنہما قال: خَطَبَ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال ان الله تعالی بعث محمداً بالحق وأنزل علیه الكتاب، فكان فیما أنزل علیه آیة الرجم، فقرأناها ووعیناها ورجم رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعده وانی خشیتُ ان طال زمانٌ أن یقول قائلٌ: ما نجدُ الرجم فی كتاب الله تعالی فیضلوُنَ بترك فریضة أنزل الله تعالی: فالرجم حق علی كل من زنیٰ من الرجال والنساءِ اذا كان محصناً، اذا قامت البینةُ أو كان حمل أو اعتراف و أیم الله: لولا أن یقول الناس زاد عمر فی كتاب الله فكتبتُها"(۳)

---

(۱) سنن ابوداؤد، ح:٤٢٠٥

(۲) أخرجه ابن حبان فی صحیحه

(۳) سنن ابوداؤد، ح:٤٤١٨ صحیح البخاری، ح:٦٨٢٩ صحیح مسلم، ح:١٦٩١ وسنن النسائی، ح:٧١٥٦ واحمد، ح:٣٩١

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی اس میں رجم کی آیت نازل کی ہم نے اسے پڑھا اور سمجھا۔ رسول اللہ ﷺ نے رجم پر عمل کیا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر زمانہ طویل ہوگیا تو کہنے والا یہ نہ کہہ دے کہ ہم کتاب اللہ میں رجم کی آیت نہیں پاتے تو اس نازل کردہ فریضہ کے انکار سے وہ گمراہ ہوجائیں۔ رجم کرنا حق ہے ہر اس شادی شدہ مرد اور عورت پر جس نے زنا کیا جب گواہ موجود ہوں یا عورت کا حمل ظاہر ہوجائے یا اعتراف کرلیں۔ مجھے اللہ کی قسم ہے اگر مجھے لوگ یہ نہ کہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ میں ایک آیت زیادہ لکھ دی تو میں اس آیت کو لکھ دیتا۔''

٤ ''عن عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال: خذوا عنّی خذوا عنّی قد جعل الله لهن سبيلاً البكر بالبكر جلد مائة و نفي سنة الثيب بالثيب جلد مائة والرجم''(١)

''حضرت عبادة بن الصامت سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''لے لو مجھ سے، لے لو مجھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راستہ مقرر کردیا ہے۔ اگر کنوارے ایک دوسرے کے ساتھ بدکاری کریں تو ان کی سزا ١٠٠ کوڑے اور ایک سال کیلئے جلا وطن کرنا ہے اور اگر شادی شدہ ایک دوسرے کے ساتھ بدکاری کریں تو ان کی سزا ١٠٠ کوڑے اور رجم یعنی پتھروں سے سنگسار کرنا ہے۔''

٥ ''عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رسول الله ﷺ لا يحل دم امرىءٍ مُسْلِمٍ الا باحدى ثلاثٍ، زَنى بعد احصانٍ وارتداد بَعد الاسلام وقتل نفسٍ بغير نفسٍ''(٢)

(١) صحيح مسلم، ح:١٦٩٠ وسنن ابوداؤد، ح:٤٤١٥ وجامع الترمذی، ح:١٤٣٤

(٢) جامع الترمذی، ح:٢١٥٨

حدیث کا ترجمہ پہلے کیا جا چکا ہے۔

٦ "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنِّي زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حَتّٰى فتنحى تلقاء وجهه فقال يارسول الله صلی اللہ علیہ وسلم إِنِّي زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ حتى ثنى ذلك عَلَيْهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا شَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَبِكَ جُنُونٌ قَالَ لَا: فقَالَ فَهَلْ أُحْصِنْتَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَقَالَ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذْهَبُوا بِهِ فَارْجُمُوهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ أبوسلمة بن عبدالرحمن انه سمع جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ يقول كُنْتُ فِيمَنْ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا أَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ فَأَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ"(١)

"حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی (ماعز) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض فرمایا پھر وہ آپ کے چہرہ مبارک کی طرف آیا اور دوبارہ کہا اس طرح اس نے چار دفعہ اقرار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے پاس بلایا اور پوچھا تم پاگل تو نہیں ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اسے لے جاؤ اور رجم کر دو۔ ابن شہاب کہتے ہیں مجھے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بتایا اس نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں عیدگاہ میں اسے رجم کرنے والوں میں شریک تھا۔ جب اسے پتھروں سے تکلیف پہنچی تو وہ بھاگ نکلا پھر ہم نے اسے حرہ (کالی پہاڑیوں) میں پکڑ کر رجم کر دیا۔"

٧ "عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ الله عنه قَالَ جَاء ت الغامدية فَقَالَت يَارَسُولَ اللّٰهِ صَلى الله عَلَيه آله وَسَلم: إِنِّي

(١) صحيح البخاري، ح:٦٨٢٥ وصحيح مسلم، ح:١٦٩١

قَدْ زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِي وَإِنَّهُ رَدَّهَا فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَ تَرُدُّنِي لَعَلَّكَ أَنْ تَرُدَّنِي كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزًا فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَحُبْلَى قَالَ إِمَّا لَا فَاذْهَبِي حَتّٰى تَلِدِي فَلَمَّا وَلَدَتْ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِي خِرْقَةٍ قَالَتْ هٰذَا قَدْ وَلَدْتُهُ قَالَ اذْهَبِي فَأَرْضِعِيهِ حَتّٰى تَفْطِمِيهِ فَلَمَّا فَطَمَتْهُ أَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِي يَدِهِ كِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ هٰذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ فَطَمْتُهُ وَقَدْ أَكَلَ الطَّعَامَ فَدَفَعَ الصَّبِيَّ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا إِلَى صَدْرِهَا وَأَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوهَا فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بِحَجَرٍ فَرَمٰى رَأْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلٰى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَسَمِعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه آله وسلم سَبَّهُ إِيَّاهَا فَقَالَ مَهْلًا يَا خَالِدُ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ"(۱)

''حضرت عبداللہ بن بریدة رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس غامدیہ عورت آئی اور بتایا: یارسول اللہ ﷺ مجھ سے زنا ہوگیا ہے۔ مجھے پاک کردیجئے آپ نے اسے واپس بھیج دیا۔ اگلے دن صبح وہ پھر آئی تو پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے واپس کیوں لوٹا دیتے ہیں۔ شائد ماعز کی طرح مجھے بھی واپس لوٹانا چاہتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں تو حمل سے ہوں۔ آپ ﷺ نے کہا ایسا ہرگز نہیں۔ جاؤ اور بچے کی پیدائش کے بعد آنا۔ پھر پیدائش کے بعد بچہ کو کپڑے میں لپیٹ کر آپ ﷺ کے پاس آئی اور بتایا یہ دیکھیں اس کی ولادت ہوگئی ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اسے دودھ پلاؤ اور رضاعت کی مدت ختم ہونے کے بعد آنا۔ چنانچہ جب رضاعت کی مدت ختم ہوئی وہ بچہ کولیکر آئی اس

(۱) صحیح مسلم، ح:۱۶۹۵

کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا بھی تھا اور کہا یا رسول اللہ اس کی رضاعت کی مدت ختم ہوگئی ہے اور اب یہ کھانا کھاتا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے بچے کو ایک صحابی کے حوالے کردیا۔ پھر آپ نے سینہ کی گہرائی تک گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔ اس میں اسے ڈالا گیا پھر اسے رجم کا حکم دیا۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ آئے اور ایک پتھر اس کے سر پر دے مارا۔ جس سے اس کا سر پھوٹ گیا اور خون کی چھینٹیں خالد کے چہرہ پر گریں تو انہوں نے اسے گالی دی۔ آپ ﷺ نے اسے گالی دیتے ہوئے سنا اور آپ ﷺ نے خالد کو منع فرمایا اور کہا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر اہل المدینہ کے ۷۰ آدمیوں (گہنگاروں) پر تقسیم کی جائے تو سب کے لیے کافی ہو جائیگی۔ پھر آپ نے اس کا جنازہ پڑھایا اور اسے دفن کیا۔"

۸ "عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أنَ الْيَهُودَ أَتَوا النَّبِيَّ ﷺ بِرَجُلٍ وَامْرَأَةٍ مِنهم قَدْ زَنَيَا فَقَالَ ﷺ ما تجدون في كتابكم؟ فقَالُوا نُسَخِّمُ وُجُوهَهُمَا وَنُخْزِيهِمَا قَالَ ﷺ كَذَبْتُمْ إِنَّ فِيهَا رَجْمٌ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، وَجَاءُوا بقارىء لهم يقال له ابن صوريا فَقَرَأَ حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَوْضِعٍ مِنْهَا فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فقيل له ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ تَلُوحُ قَالُوا يَا مُحَمَّدُ إِنَّ عَلَيْهِمَا الرَّجْمَ وَلَكِنَّا كنا نُكَاتِمُهُ بَيْنَنَا فَأَمَرَ بِهِمَا رسول الله ﷺ فَرُجِمَا فلقد رأيته يحنأ عليها يقيتها الحجارة بنفسه"(۱)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی زانی مرد اور عورت کو لیکر آپ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا اس جرم سے متعلق توراۃ میں کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہم انہیں ہنڈیا (دیگچی) کی کالک سے ان کے چہرے سیاہ کر کے ذلیل وخوار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جھوٹ ہے۔ اس میں تو رجم

(۱) صحیح البخاری، ح:۷۵۴۳ وصحیح مسلم، ح:۱۶۹۹

موجود ہے۔ اگر تم سچے ہو تو تورات لیکر آؤ۔ چنانچہ وہ تورات لائے۔ ابن صوریا نامی یہودی قاری نے اسے پڑھنا شروع کیا اور جس جگہ رجم کی آیت تھی اس کے اوپر ہاتھ رکھ لیا۔ اس سے کہا گیا ہاتھ اٹھاؤ۔ جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے سے رجم کی آیت ظاہر ہوئی۔ پھر یہودیوں نے اعتراف کیا اے محمد ﷺ تورات میں رجم موجود ہے لیکن ہم اسے آپس میں ظاہر نہیں کرتے چنانچہ یہودیوں کی فرمائش پر آپ ﷺ نے زانی مرد اور عورت کو رجم کا حکم دیا۔ پھر انہیں رجم کیا گیا۔ روای بیان کرتا ہے کہ میں نے زانی مرد کو اس عورت کے اوپر جھکا ہوا دیکھا تا کہ وہ اسے پتھروں کی تکلیف سے بچائے۔"

نوٹ: آپ ﷺ نے دو یہودی مرد اور عورت کو تورات کے حکم کے مطابق رجم کیا تھا جس پر یہود اور نصاریٰ کا ایمان ہے۔

⑨ "حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک یہودی کے پاس گزرے جس پر ہنڈیا کی کالک ملی ہوئی تھی اور اسے کوڑے لگا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا تم تورات میں زنا کی سزا اس طرح ہی پاتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا ہاں پھر آپ نے ایک یہودی عالم کو بلایا اور کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں اس اللہ کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ کیا تم تورات میں زنا کی یہی سزا پاتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ اگر تم مجھے حلفاً بیان کرنے کو نہ کہتے میں تم کو رجم کی سزا کے متعلق نہ بتاتا۔ دراصل ہمارے اشراف طبقہ میں زنا پھیل گیا ہے۔ ہم جب کسی شریف کو اس جرم میں پاتے تو اس سے درگزر کر جاتے اور کسی ضعیف (نادار) کو اس جرم میں پاتے تو ہم اس پر رجم کی حد لگا دیتے۔ پھر ہم نے آپس میں فیصلہ کیا کہ ایک حکم پر اتفاق کریں اس کا اجرا شریف اور ضعیف (نادار) پر برابر ہو۔ تو ہم نے چہرے پر کالک ملنے اور کوڑے مارنے کو رجم کی جگہ پر نافذ کر دیا۔"(۱)

(۱) صحیح مسلم، ح:۱۶۹۹ وسنن ابو داؤد، ح:۴۴۵۲ واحمد، ح:۴۴۹۸

نوٹ: توراۃ کی وہ نص جس میں زانی کو رجم کرنے کا حکم ہے۔ اسے جناب سید السابق (مصری) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فقہ السنہ، ج:۲/۳۴۹ کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے۔
اس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے۔

(سفر التثنية) توراۃ میں ایک باب ہے۔ اس میں مذکور ہے۔

''اگر کسی آدمی کو دوسرے آدمی کی بیوی کے ساتھ لیٹا ہوا پایا جائے تو دونوں کو قتل کیا جائیگا۔ مرد کو اس لیے کہ اس نے عورت سے جماع کیا ہے اور عورت کو اس لیے تاکہ بنی اسرائیل سے برائی کو مٹایا جائے۔ اگر کوئی کنواری لڑکی ہو اور کسی آدمی سے منگنی شدہ ہو۔ اگر اسے کوئی آدمی شہر میں پکڑ لے اور اس سے بدکاری کرلے تو ان دونوں کو شہر سے نکالو اور انہیں پتھروں سے رجم کرو۔ یہاں تک کہ وہ دونوں فوت ہو جائیں۔ لڑکی کو اس لیے رجم کیا جائیگا کہ اس نے شہر میں چیخ و پکار نہیں کی اور آدمی کو اس لیے رجم کرینگے کہ اس نے اپنے دوست کی بیوی کو رسوا کیا ہے۔ اس طرح شہروں سے برائی کو مٹایا جائیگا۔''

رجم کی سزا دینے کی کیفیت

جب زانی مرد اور عورت پر رجم واجب ہو جائے تو درمیانے قسم کے پتھروں (ہتھیلی بھریں) سے رجم کیا جائیگا۔ نہ ان میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہوں تاکہ اس کی تکلیف لمبی نہ ہو جائے اور نہ ہی بڑے پتھر ہوں جس سے وہ فوراً مر جائے اور تکلیف کم ہو۔

فقہاء کا اس میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ حد لگاتے وقت زانی آدمی کو گڑھے میں نہ ڈالا جائے اور نہ ہی اسے باندھا جائے۔ لیکن عورت کے لیے مستحب ہے کہ اس کے سینے کے برابر گڑھا کھود کر اس میں ڈال کر رجم کیا جائے اور حد لگاتے وقت اس کے کپڑوں کو جسم کے ساتھ باندھ دیا جائے تاکہ تکلیف کے وقت مضطرب اور الٹ پلٹ ہونے میں جسم ننگا نہ ہو۔

فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ رجم کی سزا سخت سردی اور سخت گرمی میں بھی لگائی

جائیگی اور مرض کی حالت میں مریض کی شفاء کا انتظار نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ حد لگا دی جائیگی کیونکہ اس کا مارنا ہی مطلب ہے۔ حد رجم لگانے کے بعد زانی کو غسل دیا جائیگا کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائیگا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

زانی کو حد لگانے کی شرطیں:

زانی میں درج ذیل شروط کا پایا جانا ضروری ہے۔

① **بلوغت:** اگر نابالغ لڑکا کسی بالغ، عاقل عورت سے زنا کرے تو اسے حد نہیں لگائی جائیگی بلکہ اسے بطور تادیب سزا دی جائیگی اور بالغ عاقل عورت پر حد لگائی جائیگی۔ کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کیا اور اس کی اطاعت کی۔

② **عقل:** اگر کوئی مجنون آدمی کسی بالغ، عاقل سے زنا کرے تو عورت کو حد لگائی جائیگی اور مجنون کو حد نہیں لگائی جائیگی اور کوئی عاقل بالغ مرد کسی مجنونہ سے زنا کرے تو عاقل مرد کو سزا دی جائیگی۔

③ **عدم الاکراہ:** اگر کوئی جابر کسی کو زنا پر مجبور کرے تو اس پر حد نہیں لگائی جائیگی۔ لیکن احناف کہتے ہیں اس پر حد لگائی جائیگی کیونکہ آدمی کے آلہ تناسل کا انتشار ہونا اس کی رضامندی کی علامت ہے۔

اگر کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ زبردستی زنا کرے تو صرف آدمی پر حد لگائی جائیگی کیونکہ عورت مجبور اور مکرہ تھی اس لیے اس پر حد نہیں لگائی جائیگی۔ عورت مہر مثل کی حقدار ہوگی۔ اگر عورت کو حمل ٹھہر گیا تو مولود کی نسبت زانی آدمی کی طرف کی جائیگی۔

مندرجہ بالا شروط کی دلیل اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا) کی روایت ہے۔ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں۔ بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔ سویا ہوا آدمی یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو جائے۔ (۱)

---

(۱) أحمد، ح: ۹٤۰ وابوداؤد، ح: ٤٤۰۳

اور دوسری حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا'' کہ میری امت سے تین باتیں معاف ہیں۔ خطا، نسیان اور استکراہ۔(۱)

④ **زنا کی حرمت کا علم ہونا (العلم بالتحریم)**: زانی کو زنا کی حرمت کا علم ہو تو اس پر حد لگائی جائیگی اگر اس نے جہالت کا دعویٰ کیا اور اپنے دعویٰ میں سچا بھی ہوا تو اس پر حد نہیں لگائی جائیگی۔

اُمور جن کے ذریعے زانی کو رجم کرنا ثابت ہوگا:

یہ تین امور ہیں کسی ایک کی موجودگی سے حد ثابت ہو جائیگی۔

① اقرار ② شہود (گواہ) ③ غیر شادی شدہ عورت کا حاملہ ہونا

① اقرار

علماء کا اجماع ہے کہ زانی کے اقرار سے اس پر حد ثابت ہو جائیگی۔ اقرار کو سید الأ دلۃ کہتے ہیں اقرار کندہ چاہے مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام لیکن زانی بالغ، عاقل اور ممیز ہو اور زنا پر مجبور نہ کیا گیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے ماعز اور غامدیہ عورت پر ان کے اقرار پر حد لگائی تھی۔

امام احمد اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کا کہنا ہے کہ زانی کا چار دفعہ اقرار کرنا ضروری ہے جیسا کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے واقعے میں ہے۔

امام شافعی اور امام مالک رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ ایک دفعہ کافی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت انیس کو عورت کی طرف بھیجا تھا۔ اسے ایک دفعہ کے اقرار پر رجم کیا گیا تھا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر اقرار کندہ اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو اس پر حد نہیں لگائی جائیگی جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں فرمایا تھا۔

''فھلاّ ترکتموہ وجئتمونی بہ''(۲)

---

(۱) الطبرانی، ح:۲۱۳۷ وابن ماجۃ، ح:۳

(۲) سنن ابو داؤد، ح:۴۴۲۰

''اگر کسی آدمی نے اقرار کیا کہ اس نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے لیکن عورت نے اس کی تکذیب کردی تو حد صرف آدمی پر لگائی جائیگی جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

''ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور زنا کا اقرار کیا اور عورت کا نام بھی لیا جس کے ساتھ اس نے زنا کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی طرف آدمی بھیج کرا سے بلوایا اور اس سے معاملہ دریافت کیا تو اس کے انکار پر آپ نے صرف آدمی پر حد لگائی اور اس عورت پر حد نہیں لگائی۔''(۱)

② گواہوں کے ذریعے حد رجم کا ثابت ہونا:

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے اقرار کی طرح گواہوں کی شہادت سے بھی زانی کی سزا ثابت ہو جاتی ہے۔ لیکن اس میں درج ذیل شروط کا پایا جانا ضروری ہے۔

راجع (فقه السنة، ج:۲/۳۵۴،۳۵۵، الفقه على المذاهب الاربعة، ج:۵/۶۹)

۱ گواہوں کی تعداد چار ہونی چاہیے جیسا کہ سورۃ النساء میں آیا ہے۔

﴿وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ﴾

(النساء:۴/۱۵)

''تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں تو ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو۔''

اور سورۃ النور میں مذکور ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾ (النور:۲۴/۴)

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں۔''

اگر ان کی تعداد چار سے کم ہو تو ان پر حد قذف لگائی جائیگی۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے ثابت ہے تین آدمیوں نے حضرت المغیرۃ کے خلاف گواہی دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر حد قذف لگائی۔ وہ ابوبکر، نافع اور شبل بن معبد تھے۔

(۱) سنن ابو داؤد، ح:۴۴۶۶ واحمد، ح:۲۲۹۲۶

۲ سب گواہ مرد ہوں۔ اس قضیہ میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

امام ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عورتوں کی گواہی قبول ہوگی۔ ایک آدمی کی جگہ دو عورتوں کی گواہی قبول ہوگی یعنی تین آدمی اور دو عورتیں یا دو آدمی اور چار عورتیں گواہی دے سکتی ہیں۔

۳ سب گواہوں کا بالغ ہونا ضروری ہے۔ نابالغ بچے کی گواہی قابل قبول نہ ہوگی جیسا کہ سورۃ النساء میں آیا ہے۔

﴿فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ﴾ (النساء:۱۵/٤)

کلمۃ "منکم" سے مراد بالغ مرد ہیں۔ اوراس طرح حدیث میں ہے۔

"رُفِعَ القلم عن ثلاثه عن الصبی حتی یبلغ وعن النائم حتی یستیقظ وعن المجنون حتی یفیق" (۱)

"بالغ ہونے تک بچے مرفوع القلم ہوتے ہیں لہٰذا ان کی گواہی قبول نہ ہوگی۔"

۴ سب گواہوں کا عاقل ہونا ضروری ہے۔ مجنون کی گواہی قبول نہ ہوگی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (رفع القلم عن ثلاثہ) میں آیا ہے کہ مجنون مرفوع القلم ہے حتی کہ وہ صحیح ہو جائے۔

۵ سب گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے کسی فاسق کی گواہی قبول نہ ہوگی جیسا کہ سورۃ الطلاق میں ہے۔

﴿وَّاَشْهِدُوْا ذَوَی عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ (الطلاق:۲/٦٥)

اسی طرح سورۃ الحجرات میں آیا ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾ (الحجرات:٦/٤٩)

(۱) سنن ابوداؤد، ح:٤٤٠٣ وسنن النسائی، ح:٣٤٣٢ واحمد، ح:٢٤٦٩٤

"اے وہ لوگوں جو ایمان لائے۔ اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو۔ پھر اپنے کیے پر ندامت اٹھاؤ۔"

٦ گواہ کا مسلمان ہونا اساسی شرط ہے۔ چاہے گواہی کسی مسلمان یا غیر مسلم کے خلاف ہو۔

٧ گواہوں کے لیے ضروری ہے کہ انہوں نے خود مشاہدہ کیا ہو کہ آدمی کا آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ کے اندر دیکھیں جس طرح سرچو سرمہ دانی کے اندر ہوتا ہے (المیل فی المکحلة) اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح مشاہدہ ناممکنات میں سے ہے۔

٨ چاروں گواہوں کا ایک ہی مجلس میں گواہی دینا ایک ہی مجلس کی گواہی میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک چاروں گواہ ایک ہی مجلس میں گواہی دینگے۔ اگر الگ الگ مختلف اوقات میں گواہی دی تو گواہی قبول نہ ہوگی۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر گواہ اکٹھے ایک ہی مجلس میں یا الگ الگ مختلف اوقات میں گواہی دیں تو ان کی گواہی قبول ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شہود کے ذکر کے وقت اتحاد مجلس کا ذکر نہیں کیا۔ فی قولہ تعالیٰ فی سورۃ النور

﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾(النور:٢٤/١٣)

③ ظہور حمل کے ذریعے حد رجم کا ثابت ہونا:

ظہور حمل کی بنا پر حد لگانے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

احناف، حنابلہ ایک قول شافعیہ کے نزدیک مجرد ظہور حمل سے حد ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اقرار یا بینہ ضروری ہے۔ وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال کرتے ہیں ایک دفعہ ایک عورت ان کے پاس لائی گئی جو بہت گہری نیند میں

سوتی تھی اور ایک آدمی نے نیند کی حالت میں اس سے زنا کیا اور چلا گیا عورت کو پتہ نہ چلا وہ کون ہے۔تو حضرت نے اس کے دعویٰ کو قبول کرلیا اس پر حد نہیں لگائی تھی۔

مالکیہ اور دوسرا قول شافعیہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کوئی عورت کسی محلہ میں قیام پذیر ہو اور اس کا خاوند بھی نہ ہو یعنی مطلقہ یا بیوہ ہو اور وہ مکرہ بھی نہ ہو اگر اس کا حمل ظاہر ہو گیا تو اس پر حد لگائی جائیگی وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں۔

"الرجم واجب علی کلِ من زنیٰ من الرجال و النساء اذا کان محصنًا، اذا کانت بینة أو الحمل أو الاعتراف"

"یعنی ہر اس زانی مرد اور عورت کو رجم کیا جائیگا اگر وہ شادی شدہ ہوں جب اقرار ہو یا گواہ یا حمل ظاہر ہو جائے۔"

اس پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق تھا۔ان کے زمانے میں کسی سے مخالفت ثابت نہیں ہے۔(فقہ السنۃ، ج:۲/۳۵۶، ۳۵۷، الفقہ الاسلامی، ج:۷/۵۳۷۲)

رجم کے وقت امام اور گواہوں کا حاضر ہونا:

امام یا گواہوں کا رجم کی جگہ پر حاضر ہونا واجب نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ ماعز، الغامدیہ اور الأسلمیہ (جسے حضرت انیس نے رجم کیا تھا) کے رجم کے وقت اس مقام پر حاضر نہ تھے۔لیکن سب فقہاء اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اگر زنا اقرار کے ذریعے ثابت ہوا ہو تو امام یا اس کا نائب رجم کرنا شروع کرے۔اور اگر زنا گواہوں کے ذریعے ثابت ہوا ہو تو سب سے پہلے گواہ پتھر مارنا شروع کریں۔

رجم کے وقت عام لوگوں کی موجودگی ضروری ہے جیسا کہ سورۃ النور میں آیا ہے۔

﴿وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾(النور:۲۴/۲)

"ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔"

(فقہ السنۃ، ج:۲/۳۵۹، الفقہ الاسلامی، ج:۷/۵۳۷۳)

لواطت (عمل قوم لوط)

لواطت بڑے فحش جرائم میں سے ہے۔ جو بنی انسان کے لائق نہیں ہے۔ اس سے بہت برے اثرات اور اضرار مرتب ہوتے ہیں ازدواجی زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی بیوی کے شرعی اور جنسی حقوق ادا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ مزید براں اسے (العیاذ باللہ) ایڈز، ٹائیفائیڈ جیسی مہلک بیماریاں لگ جاتی ہیں۔ چنانچہ اس فعل کے مرتکب کیلئے سخت ترین سزا مقرر کی گئی ہے جیسا کہ سورۃ ہود میں ہے۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ﴾ (ھود:۱۱/۸۲،۸۳)

"جب ہمارا حکم آیا ہم نے ان کی بستی کو الٹا دیا اور ان کے اوپر پتھروں کی لگاتار بارش برسائی جو آگ میں پکائے گئے تھے اور ان پر اللہ کی طرف سے نشان لگائے تھے اور وہ ان ظالموں سے کچھ دور نہ تھے۔"

سلف صالح اور بعد میں آنے والے علماء کرام کا لواطت کی حرمت پر اجماع ہے اور آپ ﷺ نے اس فعل کی مذمت کی ہے اور ارشاد فرمایا:

"لعن اللہ من عمل عمل قوم لوط، لعن اللہ من عمل عمل قوم لوط، لعن اللہ من عمل عمل قوم لوط"(۱)

"آپ ﷺ نے تین دفعہ اس آدمی پر لعنت فرمائی جس نے قوم لوط والا عمل کیا۔"

اور آپ ﷺ نے مزید فرمایا

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ لا ینظر اللہ الی رجل أتی رجلاً أو امرأۃ فی دبرھا"(۲)

(۱) احمد، ح:۲۸۱۶ سنن النسائی، ح:۷۳۷۳ والبیھقی، ح:۶۷۹۴

(۲) سنن النسائی، ح:۹۰۰۱ وجامع الترمذی، ح:۱۱۶۵

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے جس نے آدمی سے لواطت کی یا اس نے عورت کی دبر میں جماع کیا۔“

وہ امور جن سے لواطت کی حد ثابت ہوتی ہے:

اس معاملہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① امام مالک، الشافعی اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک زانی کی طرح اس کے ثبوت کے لیے چار گواہ ضروری ہیں۔ جو عادل ہوں اور عورت کی گواہی قابل قبول نہ ہوگی اور اس ضابطہ پر عمل ہوگا کہ گواہ سرمچو کو سرمہ دانی میں داخل ہوتا دیکھیں۔

② امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لواطت کی حد کے ثبوت کے لیے دو عادل گواہ کافی ہے۔ ان کے بیان سے حد ثابت ہو جاتی ہے۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج:۵/۱۱۲)

لوطی کی سزا کی نوعیت:

سب علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ یہ بہت بڑا جرم ہے لیکن اس کی سزا کی تعیین کے بارے میں ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

المذہب الأوّل:

امام مالک، امام الشافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کی رائے ہے کہ لوطی کو قتل کیا جائیگا چاہے وہ شادی شدہ ہو یا کنوارہ، فاعل ہو یا مفعول۔ وہ درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

”عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ من وجدتموه یعمل عمل قوم لوط، فاقتلوا الفاعل والمفعول به“(۱)

”ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو عمل قوم لوط (لواطت) کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔“

(۱) سنن ابو داؤد، ح:۴۴۶۲ و جامع الترمذی، ح:۱۴۵۶ و سنن ابن ماجة، ح:۲۵۶۱

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل ہے کہ انہوں نے اس آدمی کو رجم کردیا جس نے یہ بُرا عمل کیا۔" "انه رجم من عمل هذا العمل" (أخرجه البيهقي)

لوطی کا قتل کرنے کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی اتفاق ہے لیکن ان میں قتل کرنے کے طریقہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ (فقہ السنۃ، ج:۲/۳۶۶،۳۶۷)

۱ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی رائے ہے کہ ان کو تلوار سے قتل کیا جائے پھر ان کو جلا دیا جائے۔

۲ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی رائے ہے کہ ان کے اوپر دیوار گرا کر قتل کیا جائے۔

۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر ہے کہ بستی کی سب سے اونچی عمارت سے گرا کر قتل کیا جائے۔

۴ کچھ صحابہ کہتے ہیں کہ لوطی شادی شدہ ہو یا کنوارہ انہیں پتھروں سے رجم کیا جائے۔

المذهب الثانی:

احناف کے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ اور امام شافعی کا دوسرا قول ان کا کہنا ہے کہ لوطی کی سزا زانی کی سزا کی طرح ہے کنوارے کو ۱۰۰ کوڑے اور جلاوطن کیا جائے اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے اور یہی تابعین میں سے عطاء بن ابی رباح، النخعی، الثوری، الاوزاعی کی بھی رائے ہے۔

المذهب الثالث:

امام ابوحنیفہ، امام شافعی کا تیسرا قول وہ کہتے ہیں کہ لوطی کی کوئی حد نہ ہے۔ لیکن امام اپنی رائے سے جو مناسب سمجھے وہی اس کی سزا ہوگی۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے پہلے مذہب کو راجح قرار دیا ہے۔ کیونکہ دیگر دونوں مذہب کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

****......****

کسی جانور سے بدفعلی کی سزا

سب فقہاء کا اس میں اتفاق ہے کہ جانور سے بدفعلی حرام ہے۔ لیکن وہ اس کی سزا میں اختلاف رکھتے ہیں۔

① امام ابوحنیفہ، امام مالک اور احمد کے نزدیک فاعل کو تعزیر لگائی جائیگی کیونکہ یہ زنا نہیں ہے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے دلیل لیتے ہیں۔

"من أتى بهيمةً فلا حدَّ عليه"(١)

② امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ فاعل کو قتل کر دیا جائیگا وہ بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل لیتے ہیں۔

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من أتى بهيمة فاقتلوه وأقتلوا البهيمة"(٢)

"یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جانور سے بدفعلی کرے اسے اور جانور کو قتل کر دیا جائے لیکن الامام الترمذی کہتے ہیں اس کی سند میں عمرو بن ابی عمر ہے جو ضعیف ہے۔"

الراجح: راجح مذہب وہی ہے جس میں تعزیر لگانے کا حکم ہے۔

جانور جس سے بدفعلی ہوئی اس کا حکم:

جانور کے حکم کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① أحناف کہتے ہیں اسے ذبح کیا جائیگا اسے جلا دیا جائیگا اور اسے کھایا نہ جائیگا۔ اور وہ عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے دلیل لیتے ہیں۔

---

(١) جامع الترمذی، ح:١٤٥٥

(٢) سنن ابو داؤد، ح:٤٤٦٤ واحمد، ح:٢٤٢٠

"قد روی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ إن أتی برجل وقع علی بهيمة فعزره بالضربِ وأمر بالبهيمة فذبحت وأحرقت بالنار"(۱)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا اس نے جانور سے بدفعلی کی تھی آپ نے اس پر تعزیر لگائی اور جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور بعد میں اسے جلا دیا گیا۔''

امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جانور کو اس لیے ذبح کیا جائیگا کہ جب لوگ اسے آتے جاتے دیکھیں گے کہ یہ وہ جانور ہے جس کے ساتھ فلاں نے بدفعلی کی تھی۔

② المالکیہ: کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر وہ جانور مأکول اللحم ہے یعنی جس کا گوشت کھانا جائز ہے تو اسے ذبح کیا جائیگا اور اس کا گوشت کھایا جائیگا۔

③ الشافعیہ: شافعیہ سے دو قول منقول ہیں پہلے قول میں ہے اگر جانور مأکول اللحم ہے تو اسے ذبح کیا جائیگا اور اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ وہ اپنے دوسرے قول میں کہتے ہیں جانور کو قتل کردیا جائیگا اور اسے ضائع کردیا جائیگا۔ اگر وہ جانور کسی دوسرے کی ملکیت میں ہے تو اس کی قیمت مالک کو دلائی جائیگی۔

④ الحنابلۃ: حنابلہ کہتے ہیں اگر وہ جانور اس کا اپنا ہے یا کسی دوسرے کی ملکیت میں ہے اسے ذبح کیا جائیگا اور اگر کسی دوسرے کی ملکیت ہے تو اس کی قیمت مالک کو دلائی جائیگی۔(۲)

＊＊＊＊......＊＊＊＊

(۱) الفقه علی المذاهب الاربعة، ج:٦٥/٥

(الفقه علی المذاهب الاربعة، ج:١٢٢/٥، الفقه الاسلامی، ج:٥٣٩٤/٧، وفقه السنة

القذف

یہ اسلام کے اہم مقاصد میں سے ہے کہ اسلامی معاشرہ ہر قسم کی برائیوں، فواحش سے پاک ہو اور سب مسلمان آپس میں محبت، پیار بھائی بھائی بن کر رہیں اور جو لوگ اپنے مسلمان بھائیوں پر طرح طرح کے الزام لگاتے ہیں اور ان کی اعراض پر حملہ کرتے ہوئے ان کی عزت النفس کو مجروح کرتے ہیں۔ اسلام نے انہیں ان رذائل اور بری عادتوں سے روکنے کا اہتمام کیا ہے۔ انہی مقاصد کے تحت اسلام نے قذف کو ایک بدترین فعل اور مطلق حرام قرار دیا ہے۔ اور قاذف (تہمت لگانے والے) کو سخت ترین سزا کا مستحق قرار دیا ہے۔ تاکہ اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے خلاف الزام تراشی اور عیب جوئی سے باز رہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں چور کی سزا کے متعلق صرف ایک آیت نازل فرمائی ہے۔ ڈاکہ زنی کے سلسلہ میں بھی ایک ہی آیت اور زانی کی سزا سے متعلق دو آیتیں نازل فرمائی ہیں لیکن قذف اور قاذف کے بارے میں سورۃ النور میں بیس (20) آیات نازل فرمائی ہیں۔ جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قذف بہت بڑا جرم ہے۔ جس میں قاذف کو فاسق اور غیر عادل قرار دے کر اسے جہنم کی خوش خبری دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بدترین برائی سے محفوظ رکھے۔ آمین

قذف کی لغوی اور شرعی تعریف:

لغوی تعریف:

القذف: فعل یفعل (قذف یقذف) کا مصدر ہے۔ اس کا اسم فاعل مذکر قاذف ہے

اور مؤنث قاذفۃ آتا ہے۔ اور اسم مفعول مقذوف ہے اس کا معنی رمی کرنا یعنی مارنا ہے۔ عرب کہتے ہیں (قذف الرجل بالحجارة) آدمی نے پتھر مارا۔ اور (قذف المحصنة قذفا) اس نے محصنہ کو بدکاری کی تہمت لگائی۔

شرعی تعریف: جب کوئی شخص کسی پر یہ الزام تراشی کرے کہ تو زانی ہے یا اپنے مخالف سے یہ کہے کہ میں تو زانی نہیں ہوں یا میں زانیہ کا بیٹا نہیں ہوں یہ سب عبارتیں قذف کی تعریف کے ضمن میں آتی ہیں اور کہنے والے کو قاذف کہا جاتا ہے۔

قاذف کی سزا:

سب فقہاء متفق ہیں کہ اس کی سزا ۸۰ کوڑے ہیں جو سورۃ النور میں مذکور ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (النور:٢٤/٤)

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انہیں ۸۰ کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ یہی فاسق لوگ ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اہل افک کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹا الزام لگانے پر ۸۰ کوڑوں کی سزا دی تھی اور وہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ و مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا تھے۔ (١)

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قَالُوا يَارَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ''(٢)

(١) صحيح البخاری، ح:٢٦٦١ وصحيح مسلم، ح:٢٧٧٠ سنن ابوداؤد، ح:٤٤٧٥

(٢) صحيح البخاری، ح:٢٧٦٦ وصحيح مسلم، ح:٨٩

"حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والے اعمال سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے استفسار کیا کہ وہ کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو، کسی کو ناحق قتل کرنا، سود لینا (سودی کاروبار کرنا)، یتیم کے مال کو (بلا سبب) کھانا، لڑائی کے دوران فرار ہونا، محصنہ غافلہ، عورت پر بدکاری کی تہمت لگانا۔"

نوٹ: محصن سے مراد شادی شدہ مرد اور عورت ہیں۔ اس طرح جو شادی شدہ نہ ہو انہیں بھی محصن اور محصنہ کہتے ہیں۔

حدیث ابوہریرۃ میں رسول اللہ ﷺ نے قذف المحصنات کا الاشراک باللہ، جادو اور قتل النفس کے ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قذف بہت بڑا جرم ہے۔

قذف کے ارکان

قذف کے تین ارکان ہیں جو درج ذیل ہیں۔

① القاذف: تہمت لگانے والا ② المقذوف: جس پر تہمت لگائی گئی ہو

③ المقذوف بہ: تہمت کے کلمات

① قاذف:

قاذف کو حد لگانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ عاقل، بالغ اور خود مختار ہو۔ مکرہ، مجنون اور بچے پر حد قذف نہیں لگائی جائیگی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث (رفع القلم عن ثلاث) سے ثابت ہوتا ہے۔ لیکن بچہ اگر مراہق یعنی بلوغت کے قریب ہو تو قاضی اسے تعزیر کے تحت سزا دے گا۔

المقذوف:

مقذوف میں درج ذیل پانچ شروط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱ مقذوف کا عاقل ہونا ضروری ہے۔ مقذوف اگر مجنون ہے تو قاذف پر حد نہیں لگائی جائیگی۔

۲ مقذوف کا بالغ ہونا ضروری ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اگر کسی نے نابالغ بچہ یا بچی پر تہمت لگائی تو قاذف کو حد نہیں لگائی جائیگی۔ لیکن امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بچی کی عمر ۹ سال ہو اور اس پر تہمت لگائی گئی ہو تو قاذف کو حد لگے گی۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر چھوٹی بچی بلوغت سے قبل جماع کے لائق ہو تو قاذف کو حد لگے گی۔

۳ مقذوف کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اگر مقذوف غیر مسلم ہو تو قاذف پر حد نہیں لگائی جائیگی۔ لیکن اس کے برعکس اگر کسی غیر مسلم نے مسلمان پر تہمت لگائی ہو تو اس پر حد قذف ۸۰ کوڑے لگائے جائینگے۔

۴ مقذوف کا آزاد (حر) ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی نے یا آقا نے اپنے غلام مرد یا عورت پر تہمت لگائی تو قاذف پر حد نہیں لگے گی۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من قذف مملوكه بالزنیٰ أقيم عليه الحد يوم القيامة، الا أن يكون كما قال"(۱)

"جس آقا نے اپنے مملوک (غلام) پر تہمت لگائی تو قیامت کے دن آقا پر حد لگائی جائیگی لیکن اگر غلام سے برائی سرزد ہوئی ہے تو پھر حد نہیں لگے گی۔"

قیامت کے دن آقا اور غلام کی حیثیت ایک جیسی ہوگی سب برابر برابر ہونگے اس لیے آقا کو روز قیامت حد لگے گی۔

۵ مقذوف کسی فحاشی کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ سب فقہاء کا اس شرط پر اجماع ہے۔ جیسا کہ سورۃ النور میں آیا ہے۔

---

(۱) صحيح البخاري، ح:۶۸۳۵ وصحيح مسلم،ح:۱۶۶۰ وجامع الترمذي، ح:۱۹۴۷

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَٰتِ الْغَٰفِلَٰتِ الْمُؤْمِنَٰتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النور:٢٤/٢٣)

''تحقیق جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقذوف مؤمن اور عفیف ہو اور کسی فحاشی کا مرتکب نہ ہو۔ لیکن مقذوف سے اگر بلوغت کے ابتدائی ایام میں کسی وقت فحاشی سرزد ہوگئی ہو اور وہ توبہ تائب ہوگیا ہو۔ پھر ایک لمبے عرصے کے بعد اس پر اسی فحاشی کی تہمت لگائی گئی ہو تو قاذف پر حد نہیں لگائی جائیگی لیکن قاضی تعزیر کے تحت کوئی بھی سزا دے سکتا ہے۔ کیونکہ قاذف نے مقذوف کا مستور اور پوشیدہ گناہ افشاء کیا ہے۔

(فقه السنة، ج:٢/٣٧٥، والفقة على المذاهب الاربعه، ج:٥/١٧٤)

③ المقذوف بہ:

اس سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے ذریعے تہمت لگائی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی دوسرے کو صراحتًا یہ کہے کہ تم زانی، یا زانیہ یا ولد الزنا ہو۔ یہ کہنے پر جمہور کا اتفاق ہے کہ قاذف پر حد لگائی جائیگی۔

لیکن اگر کوئی کسی کو کنایۃ یہ کہے کہ میں زانی نہیں ہوں یا میری ماں زانیہ نہیں ہے۔ فقہاء کے درمیان ایسے جملے کہنے پر اختلاف پایا جاتا ہے۔

(ا) امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں اس پر حد قذف لگے گی وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال کرتے ہیں۔ ''عمرة بنت عبدالرحمن سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک آدمی نے دوسرے کو کہا اللہ کی قسم نہ میرا باپ زانی تھا اور نہ ہی میری ماں زانیہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصحاب رسول سے مشورہ کے بعد اسے ٨٠ کوڑوں کی سزا دی کیونکہ اپنے والدین کی مدح کے لیے یہ کلمات مناسب نہ تھے بلکہ اس کے برعکس اس نے کنایۃً دوسرے آدمی کے ماں باپ کو زانی کہا ہے۔

(ب) امام الشافعی رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ابن حزم اور امام احمد کا دوسرا قول ان کی رائے میں تعریض یا کنایۃ سے حد لازم نہیں ہوتی کیونکہ تعریض کرنے میں صراحۃً قذف نہیں ہے اس میں شبہہ کا احتمال ہے والحدود یدرأ بالشبہات ۔ لیکن امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو تعزیر کے تحت سزا دی جائیگی۔ اسی طرح جمہور علماء کے نزدیک کسی پر لواطت کی تہمت لگانے والے پر حد قذف لگے گی۔ لیکن احناف کے نزدیک اسے تعزیر کے تحت سزا دی جائیگی۔

(فقه السنة، ج:۲/۳۷۶، والفقة علی المذاهب الاربعه، ج:۵/۱۷٤)

وہ امور جن سے قاذف پر حد ثابت ہوتی ہے:

حد قذف دو چیزوں سے ثابت ہوتی ہے۔

① قاذف خود اعتراف کرے کہ اس نے تہمت غلط لگائی ہے تو اس پر حد قذف لگے گی۔

② گواہوں کے ذریعے جب کم از کم دو عادل گواہ گواہی دیں کہ قاذف نے غلط تہمت لگائی ہے۔ تو اس کو حد قذف لگائی جائیگی۔

وہ امور جن سے قاذف سے حد قذف ساقط ہو جاتی ہے:

درج ذیل امور کی بنا پر قاذف سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

① مقذوف پر جو تہمت لگائی گئی ہے۔ اگر قاذف چار گواہ لائے اور تہمت ثابت ہو جائے تو مقذوف کو حد زنا لگائی جائیگی اور قاذف سے حد قذف ساقط ہو جائیگی۔

② جب مقذوف بذات خود زنا کا اقرار اور اعتراف کرلے تو مقذوف کو حد زنا لگائی جائیگی اور قاذف سے حد قذف ساقط ہو جائیگی۔

③ جب مقذوف قاذف کو معاف کردے تو قاذف سے حد قذف ساقط ہو جائیگی۔ لیکن احناف کا قول ہے کہ معاف کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی کیونکہ حد قذف کا شمار حقوق اللہ میں سے ہوتا ہے۔ اس لیے قضیہ اگر حاکم یا قاضی تک پہنچ گیا تو حد ساقط نہیں ہوگی اور اس پر حد قذف لگائی جائیگی۔

④ اگر خاوند اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے تو گواہ نہ ہونے کی صورت میں لعان سے حد قذف ساقط ہو جائیگی اور میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ہو جائیگی۔

جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ھلال بن اُمیہ نے جب اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ھلال رضی اللہ عنہ پر حد قذف نہیں لگائی بلکہ لعان کے بعد میاں بیوی علیحدہ ہو گئے تھے۔

لیکن اگر بیوی اپنے خاوند پر زنا کی تہمت لگائے اور چار گواہوں سے اسے ثابت نہ کر سکے تو بیوی کو حد قذف لگائی جائیگی۔

گروپ پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا:

اگر کوئی شخص کسی گروپ پر زنا کی تہمت لگائے تو اس کی سزا کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک اگر کسی نے ایک جماعت (گروپ) پر ایک ہی مجلس یا مختلف مجالس میں تہمت لگائی تو اس پر ایک ہی حد قذف لگائی جائیگی۔

② امام الشافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ہر آدمی کے بدلے قاذف کو حد قذف لگائی جائیگی کیونکہ قذف کا شمار حقوق العباد میں سے ہوتا ہے۔

③ امام احمد رحمہ اللہ کا دوسرا مشہور قول ہے کہ اگر قاذف نے ایک ہی کلمہ سے سب پر تہمت لگائی مثلاً اس نے کہا تم سب زانی ہو تو ایک ہی حد لگائی جائیگی۔ لیکن اگر اس نے ہر ایک پر الگ الگ تہمت لگائی تو ہر ایک کیلئے الگ، الگ حد لگائی جائیگی۔

نوٹ: اگر کسی نے ایک ہی آدمی پر ایک سے زیادہ دفعہ تہمت لگائی تو اس پر ایک ہی حد قذف ہو گی۔ لیکن اگر اس پر پہلی دفعہ حد قذف لگنے کے بعد دوبارہ تہمت لگائی تو دوسری حد قذف لگائی جائیگی۔ اس طرح تیسری اور چوتھی دفعہ بھی حد لگائی جائیگی۔

شراب نوشی کی سزا (حدُّ الخمر)

مقدمہ: اسلامی تعلیمات کے مطابق شراب نوشی عوام کیلئے از حد خطرناک چیز ہے۔ اس سے انسان کا جسم مضمحل ہو کر کمزور ہو جاتا ہے اور یہ سوچنے اور سمجھنے پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ انہی خرابیوں کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے اسے اُمّ الخبائث کہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

"ان النبی ﷺ قال: الخمر أم الفواحش وأكبر الكبائر ومن شرب الخمر ترك الصلاة وقع على أمه وخالته وعمته"(١)

"یعنی شراب ام الفواحش ہے۔ شراب پینا کبیرہ گناہ ہے۔ جو شراب پیتا ہے وہ نماز ترک کر دیتا ہے (مدہوشی کی حالت میں) شرابی اپنی ماں، خالہ اور پھوپھی سے (زبردستی) زنا بھی کر بیٹھتا ہے۔"

ہر نشہ آور چیز کا شمار شراب میں سے ہوتا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں اگر شراب، جو، گندم، انگور یا شہد سے بنائی ہے تو وہی شراب ہے ورنہ نہیں بلکہ ہر وہ چیز جو نشہ آور ہے وہ شراب ہے۔ ان کے علاوہ بھنگ، افیون، کوکین ہیروائن بھی نشہ آور ہیں ان کا استعمال بھی ویسے ہی ہے جیسے شراب پینا۔ غرب افریقا کے جنگلات میں ایسے درخت پائے جاتے ہیں جن کے تنہ میں معمولی سا سوراخ کریں تو اس میں سے مادہ رسنا شروع ہو جاتا ہے اس میں نشہ ہوتا ہے۔ لوگ اسے اکٹھا کر کے بطور شراب استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے "كل مسكر خمرٌ وكل خمر حرام" (أخرجہ مسلم وابوداؤد عن ابن عمرؓ) فرما کر ہر قسم کی شراب کے آگے بند باندھ دیا ہے کہ جس چیز میں نشہ ہے وہ حرام ہے۔

---

(١) الطبرانی، ح: ١١٣٧٢

خمر کی لغوی اور شرعی تعریف:

لغوی تعریف: الخمر مصدر ہے باب خَمَرَ یَخْمِرُ کا جو ڈھانپنے کے معنی میں آتا ہے۔عرب کہتے ہیں ''الخمر ما خامر العقل'' خمر وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ دیتا ہے اور اس پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

اس کے متعلق ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

شربت الخمر حتی ضل عقلی
كذلك الخمر تفعل بالعقول

شرعی تعریف: ہر نشہ آور چیز کو خمر یعنی شراب کہتے ہیں چاہے وہ سائل ہو یا جامد مثلاً افیون، بھنگ، کوکین وغیرہ وغیرہ

شراب نوشی کا حکم:

شراب نوشی حرام ہے، اکبر الکبائر اور ام الخبائث ہے اس کی تحریم پر سب اُمۃ اسلامیہ کا اجماع ہے۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔

① سورۃ المائدہ میں ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾(المائدة:٥/٩٠)

''اے ایمان والو تحقیق شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب رجس یعنی گندے شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔''

٢ ''عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال:قال رسول الله ﷺ كل مسكر خمرٌ و كل خمر حرام''(١)

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر قسم کی شراب حرام ہے۔''

(١) مسلم،ح:٢٠٠٣ وابن ماجة، ح:٣٣٩٠

٣ "عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مُدْمِنُ الخمر كعابد الوثن"(١)

''ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دائمی شرابی بتوں کی پوجا کرنے والوں کی طرح ہے۔''

٤ "عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا يزنی الزانی حين يزنی وهو مؤمن ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق وهو مؤمن"(٢)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زانی جب زنا کرتا ہے وہ مؤمن نہیں رہتا۔ اور شرابی جب شراب پیتا ہے وہ مؤمن نہیں رہتا اور چور جب چوری کرتا ہے وہ مؤمن نہیں رہتا۔''

یعنی ایمان ان کے دلوں سے خارج ہو کر ان کے اوپر چھتری کی مانند چھایا رہتا ہے جب وہ اس گندے عمل سے فارغ ہوتے ہیں تو ان کی طرف لوٹ آتا ہے۔

٥ "عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: سُئل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عن البتع؟ فقال كل شراب أُسكر فهو حرام"(٣)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتع سے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شراب جس کے پینے سے نشہ ہو وہ حرام ہے۔''

مندرجہ بالا مذکورہ ادلتہ سے شراب پینے کی تحریم ثابت ہوئی ہے۔ جیسا کہ شراب اسلام کی تعلیمات کے مطابق حرام ہے اسی طرح نصاریٰ یعنی عیسائیوں کی مقدس کتاب انجیل میں بھی اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں کے رہنما پاؤل نے اہل افسس کو ایک خط میں تحریر کیا تھا۔

"ولا تُسكروا بالخمر الذی فيه الخلاعةُ" (٨/٥)

''یعنی شراب سے نشہ نہ کیا کرو کیونکہ یہ بدمعاشی ہے۔''

(١) ابن ماجه، ح:٣٣٧٥ احمد، ح:٢٤٥٣

(٢) صحيح البخاری، ح:٥٥٧٨ وصحيح مسلم، ح:٥٧ وسنن ابوداؤد، ح:٤٦٨٩

(٣) سنن ابوداؤد، ح:٣٦٨٢

مزید اس نے لکھا شرابیوں کی مجالس میں نہ بیٹھا کرو۔ کیونکہ

"السکیرین لا یرثون ملکوت السموات" (اکو:۱۰،۹/۶)

"یعنی شرابی جنت کے وارث نہ ہونگے۔" (فقہ السنۃ، ج:۳۱۶/۲)

شراب کا مرحلہ وار حرام ہونا: (التدرج فی تحریم الخمر)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو علم تھا کہ کفار شراب کے رسیا ہیں اور اس کی تجارت سے استفادہ کرتے ہیں۔ اگر ان پر یکدم شراب حرام کردی گئی تو وہ مشقت میں پڑ جائینگے اور معاملہ ان کی استطاعت میں نہ ہوگا۔ اس لیے ان پر شفقت اور نرمی کرتے ہوئے شراب کو مرحلہ وار حرام کیا ہے۔ وہ مراحل درج ذیل ہیں۔

پہلا مرحلہ: اسلام کے ابتدائی ایام میں اکثر صحابہ مکہ المکرمہ میں شراب پیتے تھے اور اسے حلال سمجھتے تھے۔ جیسا کہ سورۃ النحل میں ہے۔

﴿وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا﴾

(النحل:۶۷/۱۶)

"کھجور اور انگور سے بنائی گئی شراب (حلال ہے) اور ان میں سے اچھا رزق ہے۔"

پھر مکہ المکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے بعد جوے اور شراب کے مضمرات اور مفاسد کی وجہ سے اکثر صحابہ آپ ﷺ سے ان کے متعلق سوال کرتے رہتے تھے۔ کہ ان سے متعلق کوئی حکم صادر فرمائیں جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ہے۔

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾

(البقرہ:۲۱۹/۲)

اس آیت کے نزول کے بعد بعض صحابہ نے شراب کے نقصان اور مفاسد کو مدنظر رکھتے ہوئے شراب نوشی چھوڑ دی۔ لیکن بعض دیگر صحابہ اس کے منافع کی وجہ سے پیتے رہے۔

دوسرا مرحلہ: اس مرحلہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چند اصحاب کو دعوت

میں بلایا۔ انہوں نے شراب نوشی کی۔ اور نشہ کی حالت میں نماز ادا کی نماز میں بعض صحابہ نے سورہ ﴿قل یاایھا الکافرون﴾ پڑھی اور اس میں ﴿لا أعبدُ ما تعبدُون﴾ کی جگہ ﴿اعبد ما تعبدُون﴾ (یعنی لانفی کے بغیر) پڑھا چنانچہ سورۃ النساء میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (النساء:٤/٤٣)

''اے ایمان والو! جب تم نشے میں مست ہو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ جب تک کہ یہ سمجھنے نہ لگو کہ تم کیا کہتے ہو۔''

چنانچہ بعض صحابہ نے یہ سوچ کر اس چیز میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں جو ہمیں مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں با جماعت نماز ادا کرنے میں حائل ہو تو انہوں نے شراب نوشی بند کر دی لیکن بعض دیگر صحابہ نے کہا ہم شراب پی کر گھروں میں بیٹھے رہیں گے چنانچہ وہ شراب پیتے رہے اور نماز با جماعت کی ادائیگی سے محروم رہے۔

تیسرا مرحلہ: سورۃ النساء والی آیت کے نزول کے تھوڑے ہی عرصے بعد سورۃ المائدہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ (المائدہ:٥/٩٠،٩١)

''اے ایمان والو تحقیق شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو۔ تاکہ تم نجات پاؤ۔ تحقیق شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان جوئے اور شراب کے ذریعے دشمنی اور بیر ڈالے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے سو کیا تم اب باز آ جاؤ گے۔''

چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شراب پینے سے روکا تو وہ رک گئے۔ چنانچہ جب عمر بن الخطاب نے اس حکم کو سنا تو فرمانے لگے: ''انتھینا، انتھینا'' ''ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی گلیوں میں یہ منادی کروائی ''ألا ان الخمرَ قد حرمتْ'' خبردار: شراب حرام کردی گئی ہے۔ تو صحابہ نے شراب کے مٹکے توڑ دیئے اور شراب مدینہ کی گلیوں میں بہا دی گئی۔

شرابی کی سزا کا بیان: (حد شارب الخمر)

سب مسلم علماء شرابی کی سزا دینے پر متفق ہیں لیکن اس کی مقدار اور نوعیت کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① احناف، مالکیہ، حنابلہ اور امام الشافعی رحمہ اللہ کے ایک قول میں، ان آئمہ کے نزدیک شرابی کی سزا ۸۰ کوڑے ہیں کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں شرابی کی سزا ۸۰ کوڑے مقرر کی تھی۔ اور دیگر صحابہ نے بھی اس پر اتفاق کیا تھا۔ اور یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ثابت ہے۔

''عن علی رضی اللہ عنہ قال: اذا شرب سکر واذا سکر ھَذٰی واذا ھَذٰی افتری وحد المفتری ثمانون جلدة''(۱)

''یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ۸۰ کوڑوں کی سزا کی اس طرح تاویل کی جب کسی نے شراب پی تو اسے نشہ آتا ہے اور نشہ کے حالت میں ہذیان بکتا ہے اور لوگوں پر افترئ یعنی تہمت لگاتا ہے اور مفتری کی سزا ۸۰ کوڑے ہے۔''

② امام شافعی رحمہ اللہ کے دوسرے مشہور قول کے مطابق، شرابی کی سزا ۴۰ کوڑے ہیں

(۱) الموطا، ح:۳۱۱۷

کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اس معاملہ میں کوئی سزا مقرر نہیں فرمائی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ ﷺ اضْرِبُوهُ، فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ أَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ النبی ﷺ لَا تَقُولُوا هٰكَذَا لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ"(۱)

"حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا آپ ﷺ کے پاس ایک شرابی کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو مارو، چنانچہ ہم میں سے کسی نے تھپڑ مارے اور کسی نے جوتے سے مارا اور کسی نے اپنے کپڑے سے مارا۔ جب وہ جانے لگا تو کسی نے اسے بددعا دی (اخزاک اللہ) اللہ تمہیں ذلیل وخوار کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کہو اور اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔"

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے۔

"عن أنس رضی اللہ عنہ قال: کان النبی ﷺ یضرب فی الخمر بالجرید والنعال أربعین"(۲)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شرابی کو جوتوں اور شاخوں سے مارنے کی سزا دی تھی جو ۴۰ تھی۔"

الراجح:

امام مسلم اپنی کتاب صحیح مسلم میں حصین بن المنذر کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر کا قول راجح ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شراب پینے کی وباء عام ہوگئی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اس حرام کام سے باز رکھنے اور روکنے کے لیے سزا میں سختی کردی تھی۔ اور اس کی سزا ۸۰ کوڑے مقرر کردی۔

(۱) صحیح البخاری، ح:۶۷۷۷ وسنن أبوداؤد، ح:۴۴۷۷

(۲) صحیح البخاری، ح:۶۷۷۶ وصحیح مسلم، ح:۱۷۰۶ وسنن ابوداؤد، ح:۴۴۷۹

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شرابی کو ۴۰ کوڑے لگائے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ۴۰ کوڑے لگائے اور عمر رضی اللہ عنہ نے ۸۰ کوڑے لگائے سب سنت کے ضمن میں ہیں اور مجھے بھی ۸۰ کوڑوں کی سزا پسند ہے۔

شرابی کی سزا کن امور سے ثابت ہوتی ہے؟

شرابی کی سزا تین امور میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے ثابت ہو جاتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

ا جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب دو عادل مسلمان آدمی گواہی دیں کہ اس نے شراب پی ہے تو اس سے سزا ثابت ہو جاتی ہے۔

ب اگر شرابی خود اقرار کرلے میں نے شراب پی ہے چاہے ایک دفعہ ہی اقرار کرے تو سزا ثابت ہو جائیگی۔ اگر وہ اقرار سے رجوع کرلے تو حد نہیں لگائی جائیگی۔ کیونکہ اس سزا کا شمار حقوق اللہ سے ہے ہو سکتا ہے توبہ کرنے پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے معاف فرمادے۔

ج شرابی کے منہ سے شراب کی بدبو آئے تو اسے سزا دی جائیگی۔ لیکن فقہاء کے درمیان بدبو پائے جانے پر سزا کے معاملہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بدبو کے پائے جانے سے حد لگائی جائیگی بشرطیکہ اسے دو عادل گواہ سونگھیں اور امام کے پاس گواہی دیں۔

(بداية المجتهد، ج:٤٣٦/٢، حاشيه الدسوقی، ج:٣٥٣/٤)

۲ احناف، حنابلہ اور شافعیہ کی رائے ہے کہ بدبو پائے جانے سے حد قائم نہیں ہوتی۔ کیونکہ بدبوئیں ایک دوسرے سے مشابہ ہوتی ہیں۔ اور شراب کی بدبو بھی کسی اور شے سے مشابہ ہو سکتی ہے۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے پانی سمجھ کر شراب منہ میں ڈالی ہو پھر کلی کر دی ہو۔ اور یہ متفق علیہ قاعدہ ہے۔ ''الحدود تدرأ بالشبهات'' کہ شبہ کی بنیاد پر سزائیں ترک کر دی جاتی ہیں۔

(المغنی لا بن قدامة، ج:٣٠٩/٨، فتح القدير، ج:١٨٠/٤ تا ١٨٦)

الراجح:

۱ امام مالک رحمہ اللہ کی رائے راجح ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے صاحبزادے عبیداللہ کے منہ سے شراب جیسی بدبو پائی جب پوچھ گیا تو اس نے کہا میں نے طلاء پی ہے (کسی پھل کے جوس کو ابال کر پیا جاتا ہے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں لوگوں سے پوچھوں گا اگر یہ نشہ کرتی ہے تو میں تجھے سزا دونگا۔ بعد میں آپ نے اس پر حد لگائی۔(۱)

۲ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے سورۃ یوسف کی تلاوت کی تو ایک آدمی نے کہا اس طرح یہ سورۃ نازل نہیں ہوئی۔ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اللہ کی قسم میں نے ایسے ہی نبی اکرم ﷺ سے پڑھی تھی۔ تو وہ کہنے لگا تو پھر آپ صحیح ہیں۔ جب وہ باتیں کر رہا تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ سے شراب کی بدبو پائی اور کہا کہ تم شراب پی کر اللہ کی کتاب کو جھٹلاتے ہو۔ تو اس پر حد لگائی گئی۔(۲)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ سے شراب کی بدبو سونگھ کر حد لگائی نہ تو انہوں نے اس سے اقرار کروایا اور نہ ہی گواہ طلب کیے۔

۳ حضرت السائب بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے منہ سے شراب کی بدبو پائی تو اس کو حد لگائی۔
(الفقه على المذاهب الاربعة، ج:٢٦/٥)

شراب سے بیماری کا علاج کروانا:

دور جاہلیت میں اسلام سے قبل لوگ خمر کے ذریعے بیماریوں کا علاج معالجہ کرتے

(۱) الدارقطنی، ح:٦
(۲) صحیح البخاری، ح:٥٠٠١ وصحیح مسلم، ح:٨٠١

تھے۔ اسلام نے انہیں اس سے روکا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب سے جملہ منافع سلب کر کے اسے حرام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

١ "رُوی عن طارق بن سوید الجعفی رضی اللہ عنہ انه سئل رسول الله ﷺ عن الخمر فنهاه عنها، فقال انما اصنعها للدواء، فقال ﷺ انه ليس بدواء ولكنه داءٌ"(١)

''طارق بن سوید الجعفی سے روایت ہے کہ اس نے نبی اکرم ﷺ سے شراب کے متعلق پوچھا۔ تو آپ ﷺ نے اسے منع فرمایا۔ پھر اس نے کہا میں تو اسے بطور دوا استعمال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو بیماری ہے دوا نہیں ہے۔

٢ "عن أبی الدرداء أن ﷺ قال: ان الله أنزل الداء والدواء، وجعل لكل داء دواءً فتداووا ولا تداووا بحرام"(٢)

''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری نازل کی اور اس کی دوا بھی اتاری اور ہر بیماری کیلئے دوا بنائی ہے۔ اس سے علاج کرو اور حرام چیزوں سے علاج نہ کرو۔''

٣ "عن عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال ان الله لم يجعل شفائكم فيما حرّم عليكم "(٣)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی شفا حرام چیزوں میں نہیں رکھی۔''

٤ "ديلم الحميری رضی اللہ عنہ سأل النبی ﷺ فقال يارسول الله انا بأرض باردة نعالج فيها عملاً شديداً وانا نتخذ شراباً من هذا القمح نتقوى به على أعمالنا وعلى برد بلادنا فقال رسول الله ﷺ هل يسكر؟ قال: نعم قال ﷺ فاجتنبوه قال ان الناس غير تاركيه، قال ﷺ فان لم يتركوه فقاتلوهم"(٤)

(١) صحيح مسلم، ح:١٩٨٤ والترمذی، ح:٢٠٤٦ (٢) ابوداؤد، ح:٣٨٧٤
(٣) أحمد، ح:١٢٧ والبيهقی، ح:١٩٤٦٣ والحاكم، ح:٧٥٠٩
(٤) سنن أبوداؤد، ح:٣٦٨٣

''حضرت دیلم الحمیری ﷛ نے آپ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ہم شدید سرد علاقے کے باسی ہیں۔ اور ہمیں بہت محنت کرنا پڑتی ہے اور ہم گندم سے مشروب بنا کر پیتے ہیں اور اس سے طاقت حاصل کرتے ہیں اور سردی سے بچاؤ کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا وہ نشہ آور ہے؟ کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے اجتناب کرو۔ تو اس نے کہا کہ لوگ اسے چھوڑنے والے نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اگر وہ نہ چھوڑیں تو ان سے لڑائی کرو۔''

مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شراب سے علاج کروانا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب میں شفاء نہیں رکھی۔

نشہ آور چیزوں کی سزا: (حدُّ المخدّراتِ)

مخدّرات یہ وہ چیز ہیں جنہیں خمر (شراب) نہیں کہتے لیکن وہ نشہ آور ہوتی ہیں۔ لوگ انہیں مختلف نام دے کر استعمال کرتے ہیں مثلاً افیون، بھنگ، کوکین، ہیروائن، بیر، شمپین وغیرہ وغیرہ ان کا حکم بھی خمر (شراب) کا حکم ہے اور وہ بھی شراب ہی کی طرح حرام ہیں چاہے انہیں پی کر، انجکشن یا سگریٹ کے ذریعے استعمال کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو جوامع الکلم سے نوازا ہے، آپ نے فرمایا۔

"کل ما غطّیٰ العقل وأسکرَ فھو خمر"

''یعنی ہر وہ چیز جو عقل پر پردہ ڈال دے اور نشہ آور ہو تو وہ خمر ہے۔''

جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہوتا ہے:

١ "عن أبی مالك الأشعر ﷛ أنه سمع النبی ﷺ یقول: لیشربن من أمتی الخمر ویسمونها بغیر اسمها"(١)

''حضرت ابو مالک الأشعر سے روایت ہے کہ اس نے اللہ کے رسول سے سنا

(١) سنن أبوداؤد، ح:٣٦٨٨ وأحمد، ح:٢٢٩٠٠

آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت ضرور شراب پیئے گی وہ (خمر) کے علاوہ دوسرا نام رکھیں گے۔"

۲ "عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال النبی ﷺ کل مسکرٍ خمرٌ و کل خمر حرام وفی روایة کل مسکرٍ حرامٌ"(۱)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔"

دوسری روایت میں آیا ہے" کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

۳ "عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا قَدِمَ سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَنْ شَرَابٍ یَشْرَبُوْنَهٗ بِاَرْضِهِمْ مِنَ الذُّرَةِ یُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ ﷺ اَ مُسْكِرٌ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ: فَقَالَ ﷺ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ اَنْ يَّسْقِيَهٗ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ ﷺ عَرَقُ اَهْلِ النَّارِ اَوْ عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ"(۲)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہمارے علاقے میں لوگ ذرۃ (مکی) سے شراب بنا کر پیتے ہیں جسے المز رکہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا وہ نشہ آور ہے؟ تو اس نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر عہد باندھ رکھا ہے کہ جو نشہ آور چیز پیئے گا اسے طینۃ الخبال پلایا جائیگا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا طینۃ الخبال کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اہل النار کا پسینہ ہے۔ راوی کو شک ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا: اہل النار کے زخموں سے رستی ہوئی پیپ ہے۔"

٤ "عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال: ما أسكر كثيرہ فقليله حرام"(۳)

---

(۱) صحيح مسلم، ح:۲۰۰۳ (۲) صحيح مسلم، ح:۲۰۰۲

(۳) جامع الترمذی، ح:۱۸٦٥ وسنن ابوداؤد، ح:۳٦۸۱ وسنن النسائی، ح:٥٦۰۷ وسنن ابن ماجه، ح:۳۳۹۳

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس چیز کی زیادہ مقدار پینے سے نشہ آئے تو اس میں سے تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔''

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آج کل کے دور میں جو لوگ نشہ آور چیزیں استعمال کرتے ہیں ان پر خمر (شراب) والی حد لگائی جائیگی ۔ کیونکہ وہ خمر ہی کے ضمن میں ہیں۔ اسلامی حکومتوں کے سربراہوں پر فرض ہے ان پر حد قائم کریں۔ اور جو لوگ ان نشہ آور چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں ان سے توبہ کروائی جائے۔ اگر توبہ کرلیں تو بہتر انکار کی صورت میں ان پر مرتد والی حد لگائیں۔ نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ ہی ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔

نشہ آور چیزوں کی خرید و فروخت اور منافع کا حکم

نبی اکرم ﷺ نے بہت سی احادیث میں خمر (شراب) کی خرید و فروخت اور ان سے حاصل کردہ منافع کو حرام قرار دیا ہے۔ چونکہ جملہ مخدرات (نشہ آور چیزیں) بھی خمر (شراب) کے ضمن میں آتیں ہیں اس لیے جو حضرات مخدرات کی خرید و فروخت کرتے ہیں اور منافع حاصل کرتے ہیں وہ سب حرام ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں آیا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہے۔

۱ ﴿لَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرہ:۲/۱۸۸)

''یعنی ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقے سے مت حاصل کرو۔''

یہ آیت اسلام میں سب ممنوعہ اشیاء کو شامل ہے۔ مثلاً جوئے کے ذریعے کمائی کرنا، سودی کاروبار کرنا، خمر اور مخدرات اور نشہ آور جیسی چیز سے فائدہ اٹھانا یہ سب حرام ہے۔

۲ ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ قال: ان اللہ اذا حرم شیئا حرم ثمنہ ۔ وفی روایۃ عنہ ۔ فی بیع الخمر: إِنَّ الَّذِی حَرَّمَ شُرْبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا''(۱)

(۱) صحیح مسلم، ح:۱۵۷۹ وسنن النسائی، ح:٤٦٦٤ واحمد، ح:۲۰٤۱

''بیشک اللہ تعالیٰ جس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں اس سے حاصل کردہ قیمت بھی حرام ہے۔ انہی سے دوسری روایت میں جو خمر کی خرید و فروخت سے متعلق ہے کہ جس ذات نے (اللہ تعالیٰ) اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کی خرید و فروخت کو بھی حرام کیا ہے۔''

۳ ''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: أن من حبس العنب أیام القطاف حتی یبیعه ممن یتخذ خمراً فقد تقحم النار''(۱)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے انگوروں کی فصل کو کاٹنے کے وقت روکے رکھا۔ یہاں تک کہ وہ بعد میں اسے اس کے ہاتھ فروخت کرے جو اس سے شراب بناتا ہے۔ گویا کہ اس نے اپنے آپ کو آگ میں ڈال لیا۔''

٤ ''عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما: أن النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا ومبتاعها وعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةُ وَآكِلَ ثَمَنِهَا''(۲)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے شراب پر اور اس کے پینے والے اور پلانے والے پر اور فروخت کرنے اور اور اٹھا کر لے جانے والے اور جس طرف لے جایا گیا اور اس کی قیمت لینے والے پر ان سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''

٥ ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان اللہ حرم الخمر وثمنها وحرم المیتة وثمنها وحرم الخنزیر وثمنه''(۳)

(۱) الطبرانی، ح:۱۱٦

(۲) جامع الترمذی، ۱۲۹٥ وسنن أبوداؤد، ح:۳٤۸٥

(۳) صحیح البخاری، ح:۲۲۳٦

''اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار اور خنزیر کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی فروخت کر کے حاصل کردہ قیمت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث کی بنا پر شراب اور مخدرات سے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ سب حرام اور خبیث مال ہے۔ مخدرات کے تاجر اور ان کے ساتھ تعاون کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔

****......****

چوری اور اس کی سزا: (حد السرقة)

اسلام میں مسلمانوں کی عزة النفس کی طرح ان کے مال و دولت کی حفاظت کا بھی مکمل انتظام ہے۔ اسلام کسی کو بھی دوسرے کے مال کو کسی صورت میں بھی غصب کرنے یا قبضہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ چاہے وہ دھوکہ دہی کے ذریعے یا وزن میں کمی پیشی یا امانت میں خیانت، رشوت سود یا چوری کے ذریعے حاصل کیا گیا ہو۔ اسلام کی نظر میں اس طرح سے حاصل کردہ مال حرام ہے۔ اس سے متعلق قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں سخت وعید آئی ہے۔

چوری کی تعریف:

کسی دوسرے کے مال کو اس کی حرز یعنی تجوری وغیرہ سے جہاں مال کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔ خفیہ طریقے سے لے جانے کو چوری کہتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کسی غیر کی دوکان یا گھر سے چھپ کر داخل ہو کر وہاں سے روپے سونا، چاندی یا کپڑے وغیرہ لے جائے تو وہ چوری ہے اور لیجانے والا چور ہے۔

چور کی سزا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چور کو دوسرے جرائم کرنے والوں کی نسبت سخت ترین سزا کا مستحق قرار دیا ہے۔ تاکہ دوسروں کے مال کی حفاظت ہو سکے چنانچہ قرآن میں چور کو اس کا ہاتھ کاٹنے کی سزا دی گئی ہے۔ اسلام سے قبل دور جاہلیت میں بھی چور کی سزا اس کا ہاتھ کاٹنا ہی تھی۔ قریش نے دُوَیک (جو بنی ملیح بن عمرو بن خزاعة کا غلام تھا) کا ہاتھ کاٹ دیا تھا۔ اس نے کعبہ مشرفہ کا خزانہ چوری کیا تھا۔ چنانچہ اسلام میں بھی چور کی اسی سزا کو برقرار رکھا گیا ہے۔ (فقہ السنة، ج:۲/۴۲۵، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج:۵/۱۴۴)

سب فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائیگا۔ اور وہ درج ذیل

ادلہ سے استدلال کرتے ہیں۔

١ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾(المائدہ:٣٨/٥)

''اور چور مرد اور چور عورت کا ہاتھ کاٹو۔ یہ بدلہ ہے جو انہوں نے کمایا سزا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ غالب حکمت والے ہیں۔''

٢ "عن عائشة ﷞ قالت: قال رسول الله ﷺ انما أهلك من كان قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه، واذا سرق فيهم الضعيف قطعوه ـ وفي رواية ـ وأقاموا عليه الحد"(١)

''حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا بیشک تم میں سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں کیونکہ ان میں اگر کوئی معزز چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس پر حد قائم کر دیتے۔''

٣ "عن أبي هُرَيْرَةَ ﷜ عن النبي ﷺ قَالَ: لَعَنَ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ "(٢)

''حضرت ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت فرمائی ہے۔ وہ بیضۃ (لڑائی کے دوران سر پر جو خود یعنی ہیلمٹ پہنتے ہیں) چوری کرتا ہے پس اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ رسی (جو بحری جہازوں میں استعمال ہوتی ہے) چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

٤ "عن عبادة بن الصامت ﷜ قال: كنا عند النبي ﷺ في المجلس فقالَ: بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ــ الخ"(٣)

(١) صحيح البخاري، ح:٣٤٧٥ وصحيح مسلم، ح:١٦٨٨ والترمذي، ح:١٤٣٠
(٢) صحيح البخاري، ح:٦٧٨٣ وصحيح مسلم، ح:١٦٨٧
(٣) صحيح البخاري، ح:٦٧٨٤

"حضرت عبادۃ بن الصامت سے روایت ہے کہ ہم نبی علیہ السلام کی مجلس میں تھے آپ ﷺ نے فرمایا: اس بات پر میری بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گے، نہ چوری کرو گے اور نہ زنا کرو گے۔"

٥ "عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن ولا یسرق السارق حین یسرق وھو مؤمن" (١)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا زانی کے زنا کرنے کے دوران وہ مؤمن نہیں رہتا۔ اور چور چوری کرتے وقت مؤمن نہیں رہتا۔"

اسلام میں پہلا چور الخیار بن عدی بن نوفل بن عبد مناف اور عورتوں میں مرۃ بنت سفیان بن عبد الاسد بن مخذوم تھی جن کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ نے کاٹے تھے۔ حضرت ابوبکر نے یمنی کا ہاتھ کاٹا تھا اس نے آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس کا ہار چوری کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن سمرۃ جو عبدالرحمٰن بن سمرۃ کا بھائی تھا اس کا ہاتھ کاٹا تھا۔ (فقہ السنۃ، ج:٢/٤٢٥)

دوسری، تیسری اور چوتھی چوری کرنے کی سزا:

اس حکم پر سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ پہلی دفعہ چوری کرنے پر چور کا دایاں ہاتھ رسغ یعنی گٹ سے کاٹ دیا جائیگا۔ اور اگر وہ دوسری دفعہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائیگا۔ لیکن تیسری اور چوتھی دفعہ چوری کرنے کی سزا میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① مالکیۃ اور شافعیہ کے نزدیک تیسری دفعہ چوری کرنے پر اس کا بایاں ہاتھ اور چوتھی دفعہ چوری کرنے پر اس کا دایاں پاؤں کاٹ دیا جائیگا۔ اور پانچویں دفعہ چوری کرنے پر اسے تعزیر کے تحت سزا دی جائیگی۔ وہ درج ذیل ادلہ سے استدلال کرتے ہیں۔

(١) صحیح البخاری، ح:٦٧٨٢

ا ''عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أتی بعبدٍ سرق فقطع یدہ الیمنی ثم أتی بہ الثانیۃ فقطع رجلہ الیسری ثم أتی بہ فی الثالثۃ فقطع یدہ الیسری ثم أتی بہ فی الرابعۃ فقطع رجلہ الیمنی''(۱)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک غلام لایا گیا جس نے چوری کی تھی تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر دوبارہ لایا گیا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا گیا۔ پھر تیسری چوری کی تو اس کا بایاں ہاتھ کاٹا گیا۔ اور پھر چوتھی دفعہ چوری کرنے پر اس کا دایاں پاؤں کاٹ دیا گیا۔''

ب ''عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: فی السارق ان سرق فاقطعوا یدہ ثم ان سرق فاقطعوا رجلہ ثم ان سرق فاقطعوا یدہ ثم ان سرق فاقطعوا رجلہ''(۲)

''حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے متعلق فرمایا اگر پہلی دفعہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اور دوسری دفعہ چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو۔ پھر تیسری دفعہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اگر وہ چوتھی دفعہ چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو۔''

④ احناف اور حنابلہ کے نزدیک تیسری اور چوتھی دفعہ چوری کرنے پر اس کے مزید ہاتھ اور پاؤں نہیں کاٹے جائینگے۔ بلکہ اس سے چوری کا مال واپس دلایا جائیگا۔ اور اسے قید کیا جائیگا۔ اور مارا بھی جائیگا تاکہ وہ توبہ کر لے۔

(فتح القدیر، ج: ۲۴۸/۴، المغنی، ج: ۲۶۴/۸)

وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا اگر میں تیسری دفعہ پر اس کا بایاں ہاتھ کاٹوں وہ کس طرح کھائیگا اور پیئے گا اور اگر چوتھی دفعہ چوری کرنے پر بایاں پاؤں کاٹوں تو وہ کس طرح چلے گا۔ مجھے اللہ سے حیا آتی ہے تو انہوں نے اسے قید کر دیا اور مارا بھی۔

(۱) الدارقطنی، ح: ۲۸۹ (۲) الدارقطنی، ح: ۳۱۶۶

مالکیہ اور شافعیہ کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل احادیث کے خلاف ہے لہٰذا احادیث کے مقابلہ میں ان کا قول نہیں مانا جائیگا۔ حضرت علی کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، ۔کیونکہ تیسری اور چوتھی دفعہ ہاتھ اور پاؤں کاٹنے والی حدیث کی سند میں مقال ہے۔

چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کی گردن میں لٹکانا:

چور کا ہاتھ کاٹ کر اسے اس کے گلے میں لٹکانے کو اھل العلم استحباب سمجھتے ہیں اور وہ درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

"عن عبدالله بن محيريز قال سألت فضالة بن عبيد رضی اللہ عنہ عن تعليق يد السارق في عنقه، أمن السنة هو؟ فقال أتى رسول الله ﷺ بسارق فقطعت يده ثم أمر فعلّقت في عنقه" (١)

''عبداللہ بن محیریز کہتے ہیں میں نے فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کی گردن میں لٹکانے کے متعلق پوچھا۔ کیا یہ مسنون ہے؟ تو انہوں نے کہا ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا۔ تو اس کا ہاتھ کاٹ کر اس کے گلے میں لٹکانے کا حکم فرمایا۔''

چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کے بازو کو ڈم دینا:

چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کے بازو کو ابلتے ہوئے تیل میں ڈال دیا جائیگا یا اسے گرم لوہے سے اس کے بازو کی رگوں کو ڈم دینگے تا کہ خون بند ہو جائے اور بازو کو نقصان نہ پہنچے جیسا کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

"عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال: أن رسول الله ﷺ أتى بسارق قد سرق شملة فقالوا : يارسول: ان هذا قد سرق فقال رسول الله ﷺ ما أخاله سرق؟ فقال السارق: بلى يارسول الله فقال ﷺ: اذهبوا به فاقطعوه ثم أحسموه،

(١) سنن ابوداؤد، ح:٤٤١١ وجامع الترمذي، ح:١٤٤٧ وسنن النسائي، ح: ٤٩٨٣

ثم ایتونی به فقطع، فاتی به فقال ﷺ تب الی الله، قال قد تبت الی الله، فقال ﷺ تاب الله علیك"(۱)

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اس نے شملہ چرایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تو نہیں لگتا کہ (اس نے چوری کی ہوگی) تو چور نے خود ہی کہا۔ ہاں یا رسول اللہ میں نے چوری کی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے جاؤ اس کا ہاتھ کاٹ کر ڈم دو۔ پھر اسے میرے پاس لے کر آنا۔ تو اسے لایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا اللہ سے توبہ کرو۔ تو اس نے توبہ کی تو آپ ﷺ نے اسے دعا دی ''اللہ تمہاری توبہ قبول کرے۔''

چوری کا نصاب:

سب فقہاء کا چور کا ہاتھ کاٹنے پر اتفاق ہے۔ لیکن چوری کے نصاب کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک چوری کا کم ازکم نصاب ۳ درہم ہے۔ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قطع فی محن ثمنه ثلاثه دراهم"(۲)

''ابن عمر سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ڈھال کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹ دیا۔ جس کی قیمت ۳ درہم تھی۔

② امام الشافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چوری کا نصاب ربع دینار ہے یا اس کے مساوی درہم اور دوسری اشیاء جن قیمت ربع دینار کے برابر ہو اس کی چوری پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا۔ اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) الدارقطنی، ح:٣١٦٤ والبیهقی، ح:١٧٢٧٥

(۲) البخاری، ح:٦٧٩٥ ومسلم، ح:١٦٨٤ وابوداؤد، ح:٤٣٨٥ والترمذی، ح:١٤٦٦

۱ "عن عائشه رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا تقطع ید السارق الا فی ربع دینار فصاعدا"(۱)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ربع دینار یا اس سے زیادہ قیمتی چیز کی چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیا جائیگا۔"

۲ "عن عائشه رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: تقطع ید السارق فی ربع دینارٍ فصاعدا"(۲)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ربع دینار یا اس سے زیادہ کی چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیا جائیگا۔"

بعض اہل العلم کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث نصاب کے موضوع پر صریح نص ہے اس کے علاوہ کوئی دوسر نصاب نہیں ہے۔ حدیث ثمن المجن کے جواب میں ان کا کہنا ہے یہ ربع دینار کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس وقت 12 درہم ایک دینار کے برابر تھے لہٰذا 3 درہم ربع دینار کے برابر ہوئے۔

(هداية المجتهد، ج:۴۳۷/۲، المغنی لابن قدامة، ج:۲۴۰/۸)

③ امام احمد (حنابلہ) کے نزدیک: ربع دینار اور ۳ درہم دونوں شرعی نصاب ہیں۔ جس نے بھی ان دونوں نصابوں میں سے کسی ایک کے برابر چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

"عن عائشه رضی اللہ عنہا قالت: أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا تقطع ید السارق فیما دون ثمن المجن قیل لعائشه رضی اللہ عنہا ما هو ثمن المجن؟ قالت ربع دینار"(۳)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المجن کی قیمت سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ المجن کی کتنی قیمت ہے؟ تو فرمایا ربع دینار۔

(۱) صحیح مسلم، ح:۱۶۸۴
(۲) صحیح البخاری، ح:۶۷۹۰ وصحیح مسلم، ح:۱۶۸۴
(۳) سنن النسائی، ح:۴۹۳۵

④ احناف کے نزدیک کم از کم چوری کا نصاب ایک دینار یا دس درہم ہے اس سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ (المبسوط للسرخسی، ج:۹/۱۳۷، فتح القدیر، ج:۴/۲۲۰)

وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ لا قطع فيما دون عشرة دراهم"(۱)

"عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ دس درہم سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ اس کی سند میں نصر بن باب نامی راوی ہے جو ضعیف ہے۔"

الراجح:

امام الشافعی رحمہ اللہ کا قول راجح ہے جسے جمہور علماء نے بھی پسند کیا ہے۔

نوٹ: بعض دہریے اور زندیق قسم کے لوگ ربع دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے پر زیادتی کرے اور اس کا ہاتھ کاٹ دے تو اسے 500 دینار بطور دیت ادا کرنا ہوں گے۔ اور ادھر صرف ربع دینار کی چوری میں اس کا ہاتھ کاٹا جا رہا ہے۔ کسی زندیق شاعر نے اپنے شعر میں یوں اظہار کیا ہے۔

يدٌ بخمسٍ مئين عسجدٍ وديت
ما بالها قطعت في ربع دينار
تناقضٌ ما لنا الا السكوت له
و نستجير بمولانا من العارِ

علماء اس کا یوں جواب دیتے ہیں کہ جب یہ ہاتھ امین تھا تو وہ بہت قیمتی تھا اور جب اس نے خیانت کی (چوری کی) تو وہی ہاتھ ذلیل ہوگیا۔ اور ایک شاعر نے شعر ہی میں یوں جواب دیا ہے۔

(۱) احمد، ح: ۶۹۰۰

قيمة اليد نصف الألف من ذهب
فان تعدّتْ فلا تسوّى بدينار

وہ امور جن سے چوری کی سزا ثابت ہوتی ہے:

یہ دو امور ہیں کسی ایک کے پائے جانے پر حد لگائی جائیگی۔

① اقرار ② گواہی

① اقرار: اگر کوئی عاقل، بالغ آدمی خود بخود بغیر اجبار یا اکراہ چوری کا اقرار کرلے تو حد ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر اس نے اقرار سے رجوع کرلیا تو حد ساقط ہو جائیگی اور اسے چوری شدہ مال واپس کرنا ہوگا۔

فقہاء کے درمیان اقرار کی تعداد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک صرف ایک دفعہ ہی اقرار کرنے پر حد ثابت ہو جاتی ہے۔ اور وہ نبی اکرم ﷺ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت صفوان کی چادر کے چور اور الجن کے چور کے سرف ایک دفعہ اقرار پر ان کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ دوسری یا تیسری دفعہ اقرار کرنے کو نہیں کہا تھا۔

۲ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایک دفعہ کے اقرار سے حد ثابت نہیں ہوتی بلکہ کم از کم دو دفعہ اقرار کرنے کے بعد حد ثابت ہوگی۔ اور وہ ابو اُمیہ المخزومی رضی اللہ عنہ والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

"عن أبي أمية المخزومي رضی اللہ عنہ أتى النبي ﷺ بلص اعترف ولم يوجد معه متاع فقال رسول الله ﷺ ما أخالك سرقت؟ قال بلى مرتين أو ثلاثاً فامر به فقطع وجئي به فقال له: استغفر الله وتب اليه، فقال استغفر الله وأتوب اليه، فقال رسول الله ﷺ اللهم تب عليه ثلاثاً"(۱)

(۱) ابوداؤد، ح:۴۳۸۰ والنسائي، ح:۷۳۶۳ احمد، ح:۲۵۶۱۱ وابن ماجة، ح:۲۵۹۷

"حضرت ابو اُمیہ المخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا۔ اس نے چوری کا اعتراف کرلیا لیکن اس سے پاس چوری شدہ مال نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تو نہیں لگتا کہ تم نے چوری کی ہے تو چور نے اثبات میں دو یا تین دفعہ اقرار کیا تو پھر آپ ﷺ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ پھر دوبارہ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے توبہ کرو۔ تو اس نے توبہ کی تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں تین دفعہ دعا فرمائی" اے اللہ اس کی توبہ کو قبول فرما۔"

قاضی کو چاہیے کہ اقرار کرنے والے کو اپنے اقرار سے رجوع کی تلقین کرے۔ تاکہ اس سے حد ساقط ہو جائے۔ جیسا کہ حضرت ابو اُمیہ المخزومی رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور لڑکی کو لایا گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے چوری کی ہے؟ کہو کہ میں نے نہیں کی۔ تو لڑکی نے انکار کردیا۔ تو اس پر حد نہ لگائی گئی تھی۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور لایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے چوری کی ہے؟ کہو نہیں کی۔ تو چور نے کہا میں نے چوری نہیں کی۔ تو حضرت نے اسے چھوڑ دیا۔ (فقہ السنۃ، ج:۲/۴۳۵)

۲ دو عادل آدمیوں کی گواہی سے حد ثابت ہو جاتی ہے۔ لیکن ایک گواہ اور یمین (حلف) سے حد نہیں لگائی جاتی اسی طرح چوری کے معاملہ میں عورت کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔ کیونکہ حدود کے مسائل میں عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ اسی طرح ایک آدمی اور دو عورتوں کی گواہی سے حد نہیں لگائی جا سکتی۔

(المبسوط، ج:۲/۱۶۹، المغنی، ج:۸/۲۷۳، بدایۃ المجتهد، ج:۲/٤٤٣)

حد لگانے کی شروط

چور پر حد لگانے سے پہلے چور، مال مسروق اور حرز سے متعلق درج ذیل شروط کا پایا

جانا ضروری ہے۔

① (چور) السارق:

چور میں درج ذیل شروط کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱ چور عاقل اور بالغ ہو، نابالغ بچہ اور مجنون اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ جیسا کہ حدیث رفع القلم عن ثلاثۃ میں مجنون اور بچہ شامل ہے۔ لیکن انہیں تعزیر کے تحت سزا دی جائیگی۔

۲ الاختیار: چور کو چوری کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہو۔ مکرہ پر حد نہیں لگائی جاتی جیسا کہ حدیث میں ہے "رفع عن أمتي الخطاء والنسيان وما أستكرِهوا عليه"

۳ چور مال کے مالک کا والد نہ ہو۔ اگر ماں، باپ اپنے بیٹے کا مال چرالیں تو ان پر حد نہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انت ومالك لأبيك"(۱)

"حضرت جابر سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ اسی طرح اگر بیٹا اپنے باپ یا ماں کا مال چرالے تو اس پر حد نہ ہے بلکہ اسے تعزیر کے تحت سزا دی جائیگی۔ اس پر امام ابو حنیفہ، امام الشافعی اور امام احمد رحمہم اللہ متفق ہیں لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک بیٹے کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

اگر خاوند یا بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کے مال کی چوری کرے تو احناف کے نزدیک ان میں سے کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد کے نزدیک اگر میاں بیوی الگ الگ گھروں میں رہتے ہیں اور ہر ایک کے پاس اپنا ذاتی مال ہے تو چوری کرنے پر ان پر حد لگائی جائیگی۔ لیکن خاوند اگر اپنی بیوی کو نان ونفقہ نہ دے تو بیوی اپنے خاوند کے مال میں سے نان نفقہ اور مکان کے کرایہ کیلئے چوری کرسکتی ہے۔ اور اس

(۱) سنن ابن ماجة، ح: ۲۲۹۱

④ مال مسروق کی شرطیں:

چوری شدہ مال میں درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

1. چوری شدہ مال کی قیمت نصاب تک پہنچ جائے یہ ربع دینار یا تین درہم ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث المجن اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ربع دینار سے ثابت ہوتا ہے۔
2. مال مسروق اسلام کی نظر میں محترم مال ہو اور اس کی خرید و فروخت جائز ہو۔ حرام اشیاء اور تافہ (یعنی جن کی کوئی قدر و قیمت نہ ہو) اشیاء کی چوری پر حد نہیں لگائی جائیگی۔ اگر کوئی شخص خنزیر یا مردار کی چوری کر لے تو اس پر حد نہ ہے اس طرح موسیقی کے آلات، بت اور صلیب وغیرہ کی چوری کر لے اس پر بھی حد نہ ہے۔
کیونکہ اسلام میں ان کی ملکیت اور ان سے منافع حاصل کرنا حرام ہے۔ بلکہ اسلام میں منکرات اور برائی سے روکنا مندوب ہے۔
3. چور کا مال مسروق میں کوئی شراکت نہ رکھتا ہو مثلاً اگر کسی نے اپنا رہن رکھا ہوا مال مرتہن کے ہاں سے چوری کر لیا تو اس پر حد نہ ہے۔ اسی طرح کسی ملازم نے اپنے مالک کے مال میں سے اپنی اجرت چوری کر لی تو اس پر حد نہ ہے۔

جس جگہ سے مال چرایا گیا ہے اس جگہ کی شرائط:

اس کی ایک ہی شرط ہے کہ مسروقہ مال اپنی حرز میں ہونا چاہیے۔ عربی زبان میں حرز اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مال کو محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اسلام میں اس کا کوئی ضابطہ نہیں ہے کہ کون سی جگہ حرز ہو سکتی ہے۔ بلکہ عرف عام سے حرز کا تعین کیا جائیگا۔ مثلاً گھر، دکان سامان کا حرز ہیں۔ اسی طرح جانوروں کے باڑے یہ سب حرز ہیں۔ اسی طرح گاڑی، ٹرک یا جانور پر لدے ہوئے سامان کی چوری پر حد لگے گی کیونکہ گاڑی اور جانور اس کا حرز ہیں۔ اسی طرح انسان اپنے پہنے ہوئے کپڑوں کا حرز ہے۔ اگر انہیں چرایا گیا تو چور پر حد ہے جیسا کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ والی حدیث میں مذکور ہے جب ان کی چادر چوری

"عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ عقل المرأة مثل عقل الرجل حتی یبلغ الثلث من دیتها"(۱)

"عورت کی دیت مرد کی دیت کے ایک تہائی (1/3) پہنچنے تک ہو تو عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔"

۲۔ ربیعہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے عورت کی انگلی کی دیت سے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا 10 اونٹ پھر میں نے پوچھا دو انگلیاں کی دیت۔ انہوں نے کہا 20 اونٹ پھر میں نے پوچھا تین انگلیوں کی دیت تو انہوں نے کہا 30 اونٹ۔ پھر میں نے پوچھا چار انگلیوں کی دیت کتنی ہے؟ تو انہوں نے کہا 20 اونٹ۔ پھر میں نے کہا جب اس کی تکلیف اور مصیبت زیادہ ہوگی تو اس کی دیت کم ہوگئی۔ تو حضرت سعید رحمہ اللہ نے کہا کیا تم عراقی (خارجی) ہو؟ میں نے کہا نہیں بلکہ ایک جاہل طالب علم یا عالم ثبوت چاہنے والا۔ تو حضرت سعید رحمہ اللہ نے کہا میرے بھتیجے یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔(۲)

④ احناف اور شافعیہ کے نزدیک عورت کے قتل عمد کے علاوہ اس کے زخموں کی دیت مرد کی دیت کی آدھی ہوگئی۔

شجاج اور جراح کی دیت

شجاج: سر اور چہرے کے زخموں کو عربی میں شجاج کہتے ہیں۔

جراح: سر اور چہرے کے علاوہ باقی جسم کے زخموں کو جراح کہتے ہیں۔

اہل علم کے نزدیک شجاع کی تعداد دس ہے عربوں نے ان کے مختلف نام دیے ہیں۔ ان دس چوٹوں میں سے پانچ ایسی ہیں جن کی دیت احادیث مبارکہ میں موجود ہے اور باقی

---

(۱) سنن النسائی، ح:٤٨٠٥ والدارقطنی، ح:٣١٢٨

(۲) الموطا، ح:١٣٥٥ والبیهقی، ح:١٦٠٩٠

کی گئی تھی تو اللہ کے رسول ﷺ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا تھا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آدمی اپنے لباس کا حرز ہوتا ہے۔

(بداية المجتهد، ج:٢/٤٤٠، المغني لابن قدامة، ج:٨/٢٤٩، كتاب الأم، ج: ١٣٥/٦، ١٣٦، المبسوط للسرخسي، ج:١٥٠/٩)

درختوں سے پھل چوری کرنے کا حکم:

جملہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اگر کوئی آدمی پھلوں کے باغ کے پاس سے گزرے اور وہ حاجت مند ہے۔ اگر اس نے پھل توڑ کر کھا لیا لیکن اپنے ساتھ کپڑے میں باندھ کر نہ لے جائے تو اس پر حد نہیں ہے۔ اگر وہ اپنے ساتھ باندھ کر لے جائے تو فقہاء کہتے ہیں کہ وہ پھلوں کی دوگنی قیمت ادا کریگا اور تعزیر کے تحت اسے سزا بھی دی جائیگی۔

اگر باغوں یا کھیتوں کے اردگرد باڑ لگی ہوئی ہے یا ان کے اردگرد چار دیواری کی ہوئی ہے تو اس نے باغ یا کھیت میں سے چوری کی تو اس پر حد لگے گی اگر مسروقہ مال کی قیمت مجن کی قیمت کے برابر ہوگی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

"عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ سئل عن الثمر المعلق، قال من اصاب بفيه من ذي حاجة غير متخذ خبنةً، فلا شئي عليه ومن خرج بشئي فعليه غرامة مثليه والعقوبة، ومن سرق منه شيئاً بعد أن يئويه الجرين فبلغ ثمن المجن فعليه القطع"(١)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ سے درختوں پر لگے ہوئے پھل کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس نے کھا لیا اور اپنے ساتھ کپڑے کے پلو میں ڈال کر نہ لے گیا تو اس پر کوئی حد نہیں ہے اور اگر ساتھ لے گیا تو وہ اس کی ادائیگی دوگنی قیمت دے گا اور تعزیر کے تحت سزا بھی دی جائیگی۔ لیکن اگر اس نے پھلوں کے خشک کرنے والی جگہ (جرین) سے چوری،

(١) سنن أبو داؤد، ح: ١٧١٠ وسنن النسائي، ح:٤٩٥٦

کیا تو اس پر حد لگائی جائیگی اگر اس کی قیمت مجن کی قیمت کے برابر ہوئی۔"
اسی طرح ایک دوسری حدیث جسے حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں

"عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال سمعتُ رسول الله ﷺ وقد سأله رجل عن الحریسة التی توخذ من مراتعها فقال فیها ثمنها مرّتین وضرب ونکال وما أخذ من عطنه ففیه القطع اذا بلغ ما یوخذ من ذلك ثمن المجن، قال یارسول الثمار وما أخذ منها فی أكمامها، قال ﷺ من أخذ بفیه ولم یأخذ خبنة فلیس فیه شیء ومن احتمل فعلیه ثمنه مرتین وضرب ونکال وما أخذ من أجرانه ففیه القطع اذا بلغ ما یؤخذ من ذلك ثمن المجن"(فقه السنة ج۲/۴۲۱ الفقه علی المذاهب الاربعة،ج۵/۱۳۹۔۱۴۰)(۱)

"حضرت عمرو بن شعیب وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے یہ کہتے ہوئے سنا جب ایک آدمی نے جنگل میں چرتے ہوئے جانور کی چوری کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا چور سے دوگنی قیمت وصول کی جائیگی اور اسے تعزیر بھی لگائی جائیگی۔ پھر اس نے اس جانور کی چوری سے متعلق پوچھا جسے اس کے باڑے سے چوری کیا گیا ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! اگر اس کی قیمت مجن کی قیمت کے برابر ہوئی تو اس پر حد لگائی جائیگی۔ پھر اس نے باغ کے پھلوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر اس نے کھالیا تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر وہ کپڑے کے پلو میں باندھ کر لے گیا تو وہ اس کی دوگنی قیمت ادا کریگا۔ اور اسے تعزیر بھی لگائی جائیگی۔ لیکن اگر اس نے کھجوروں کو ان کے خشک کرنے والی جگہ (جرین) سے چوری کیا اور ان کی قیمت مجن کی قیمت کے برابر ہے تو حد لگائی جائیگی۔"

(۱) سنن النسائی،ح:۷۴۴۷ وسنن ابوداؤد، ح:۴۳۹۰ وسنن ابن ماجة، ح:۲۵۹۶ واحمد ، ح:۶۶۸۳

مختصر طور پر مذکورہ احادیث سے تین اُحکام ثابت ہوتے ہیں۔

① اگر درخت سے توڑ کر پھل کھالیا تو اس کی کوئی سزا نہیں ہے۔

② اگر وہ کپڑے میں باندھ کر ساتھ لے گیا تو اسے دوگنی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ اور مزید اسے تعزیر کے تحت سزا بھی دی جائیگی۔

③ اگر کسی چیز کو اس کے حرز یعنی محفوظ جگہ سے چوری کیا مثلاً جانوروں کو ان کے باڑے سے یا کھجوروں کو ان کی جرین سے چوری کیا اور ان کی قیمت مجن کی قیمت کے برابر ہوئی تو حد لگائی جائیگی۔

گروہ کامل کر چوری کرنا:

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی چوری میں چوروں کا گروہ شریک ہوا اور ہر ایک کو چوری کے نصاب کے برابر حصہ ملا تو ہر ایک کو حد لگائی جائیگی۔ لیکن اگر انہوں نے ایک نصاب کے برابر چوری کی اور ہر ایک کو نصاب کے مطابق حصہ نہیں ملا تو ان کی سزا سے متعلق فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کے ایک قول کے مطابق ہر ایک کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔ کیونکہ ہر ایک کو نصاب کے برابر حصہ نہیں ملا۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک دوسروں کے مال کی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ایک کا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا۔ کیونکہ ان سب نے ایک نصاب کے برابر چوری کی ہے اور وہ سب اس جرم میں برابر کے شریک ہیں تاکہ چوروں کے اس گروہ کے آگے چوری کا دروازہ بند کیا جائے اور لوگوں کے مال کی حفاظت ہو سکے۔

(بدایة المجتهد، ج:٤٣٩/٢، المغنی لابن قدامة، ج:٢٨٢/٨، حاشیه الدسوقی، ج: ٣٣٣/٣)

قرآن کریم اور علمی کتب کی چوری:

قرآن کریم اور علمی کتب کی چوری کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن کریم اور دینی علمی کتب کی چوری پر حد لگے گی اگر ان کی قیمت چوری کے نصاب کے برابر ہو۔ کیونکہ وہ محترم مال ہیں اور ان کی خرید و فروخت جائز ہے اور یہی حکم دیگر فائدہ مند کتب کی چوری کا ہے۔

② امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن کریم اور علمی کتب کے چور پر حد نہ لگے گی چاہے ان کی قیمت نصاب کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن قرآن کریم اور دینی کتب کے علاوہ دیگر کتب کی چوری پر اگر ان کی قیمت بقدر نصاب ہے تو چوری پر حد لگے گی۔

(الفقه على المذاهب الأربعة، ج:۱٤۳/۲، المسبوط، ج:۱۵۲/۹، المغنى، ج:۲٤۷/۸)

حكم المنتهب والمختلس وخائن الوديعة:

المنتهب کی تعریف:

منتہب سے مراد وہ شخص ہے جو علی الاعلان لوگوں کی موجودگی میں اپنے زور بازو سے مال چھین کر لے جائے۔

المختلس کی تعریف:

مختلس سے مراد وہ آدمی ہے، جو لوگوں کی موجودگی میں صاحب مال کی غفلت کی وجہ سے اس کا مال لے کر بھاگ جائے۔

الخائن کی تعریف:

خائن سے مراد وہ شخص ہے جو امانت میں خیانت کر کے دوسرے کے مال کو ہضم کر لے۔

جمہور علماء کے نزدیک منتهب، مختلس اور خائن پر چوری کی حد نہیں لگے گی بلکہ قاضی تعزیر کے تحت ان کی سزا مقرر کرے گا۔ انہیں جرمانہ، لمبی قید اور کوڑوں کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اور وہ درج ذیل ادلۃ سے استدلال کرتے ہیں۔

۱ "عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ليس على خائنٍ ولا على منتهب ولا على مختلس قطع"(۱)

"حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خائن، منتہب اور مختلس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا۔"

۲ "عن الامام محمد بن شهاب الزهری رحمہ اللہ قال: ان مروان بن الحكم أتى بانسان قد اختلس متاعاً فأراد قطع يده، فأرسل الى زيد بن ثابت رضی اللہ عنہ يسأله عن ذلك، فقال زيد ليس في الخلسة قطع"(۲)

"امام محمد شہاب بتاتے ہیں کہ مروان بن الحکم (امیر مدینہ) کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے دوسرے کے مال کو اختلاس کیا تھا اور مروان بن الحکم نے اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا اور مزید تحقیق کے لیے اس نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مختلس پر حد نہیں ہے۔"

امام احمد رحمہ اللہ اور امام زفر رحمہ اللہ (امام ابوحنیفہ کے شاگرد) کے نزدیک منتہب مختلس اور خائن پر حد لگائی جائیگی۔ کیونکہ یہ بھی چوری کی ہی ایک قسم ہے۔

(فقه السنة، ج:۴۱۲/۲، الفقه على المذاهب الاربعه، ج:۱۴۷/۵، ۱۴۸، الفقه الاسلامی للزحیلی، ج:۵۴۲۳/۷، ۵۴۲۴)

نوٹ: دور حاضر کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے امام احمد اور امام زفر رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح

---

(۱) جامع الترمذی، ح:۱۴۴۸ وسنن النسائی، ح:۴۹۷۱ وسنن ابن ماجة، ح:۲۵۹۱
(۲) الموطا، ح:۳۱۰۶

دینی چاہیے۔ کیونکہ آج کل با اختیار اصحاب سرکاری اور غیر سرکاری سرمایہ سے مال خرد برد کرتے ہوئے اربوں، کھربوں کا مال لوٹ لیتے ہیں۔ اگر ان کو سخت ترین سزا نہ دی جائے تو جرم مزید پھیل جائے گا۔ اور قوم کے مال کی حفاظت ناممکن ہو جائیگی۔ اس لیے ان کو چوری کی سزا دینی چاہیے اور غصب شدہ مال کو حاصل کرنا چاہیے۔

****......****

الحرابۃ (قطع الطریق)

شرعی تعریف:

وہ ایسا گروہ ہے جو مسلح ہو کر بزورِ بازو لوگوں کو سرِ راہ لوٹتے ہیں گھروں میں گھس کر ان کے مال و زر اور عزتوں کو پامال کرتے ہیں بعض اوقات کھیتوں کی تباہی، لوٹ مار جانوروں کو ہانک کر لے جاتے ہیں یا قتل کر دیتے ہیں۔

حرابہ کی سزا:

حرابہ ان بڑے جرائم میں سے ہے جس کی سزا قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ یہ ہر جرم سے بڑا اور سخت ترین جرم ہے اور اس کی سزا بھی سخت ترین مقرر کی گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق پہلے ان سے توبہ کروائی جائیگی اگر وہ توبہ کرلیں تو بہتر انکار پر وہ قتل کیے جائینگے۔ ان کا قتل جہاد فی سبیل اللہ شمار ہوگا۔ اگر ان میں سے کوئی مارا گیا تو اس کے خون کا کوئی قصاص یا دیت نہ ہوگی اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی مارا گیا تو وہ شہید ہوگا۔ ان کی سزا قرآن کریم سورۃ المائدہ میں ذکر کی گئی ہے۔

﴿إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَـٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ﴾ (المائدہ:۵/۳۳)

"تحقیق ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں۔ ان کو قتل کیا جائے۔ یا سولی پر چڑھائے جائیں یا مختلف جانب سے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے جائیں یا علاقہ سے جلاوطن کیا جائے۔"

"فعل الرسول ﷺ بالعرنیین"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عکل قبیلہ کے آٹھ آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور اسلام کی بیعت کی۔ مدینہ منورہ کی آب وہوا ان کو موافق نہ آئی اور وہ بیمار ہوگئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیماری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے چرواہوں کے ساتھ چلے جاؤ اور ہمارے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو (علاج کرو)۔ وہ چلے گئے اور ان کا دودھ اور پیشاب پیا اور صحت مند ہوگئے پھر چرواہوں کا قتل کر دیا اور اونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کے پیچھے لوگ بھیجے۔ انہوں نے ان کو پکڑ لیا اور انہیں مدینہ لے آئے۔ تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے کا حکم دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیں پھیریں پھر انہیں دھوپ میں پھینک دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ (۱)

اسی واقعہ سے متعلق حضرت انس بیان کرتے ہیں انہیں حرۃ (مدینہ سے باہر کالے رنگ کے پتھر) کے مقام پر پھینک دیا گیا۔ میں نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ پیاس کی وجہ سے زمین کو کاٹ رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

مندرجہ ذیل بالا آیت اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے اگر محاربین کو ان کی توبہ سے پہلے پکڑ لیا جائے تو ان کو سزا دی جائیگی اور وہ سزائیں درج ذیل ہیں۔

① قتل کرنا

② پھانسی دینا

③ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنا (دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں)

④ علاقہ سے جلاوطن کرنا

المائدۃ والی آیت کریمہ میں مختلف سزاؤں کے درمیان حرف عطف (او) آیا ہے چنانچہ ان سزاؤں کے اجراء سے متعلق مفسرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ قرآن کے اندر جہاں بھی (او) آیا ہے وہ اختیار کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً کفارۃ جزاء الصید، کفارۃ الیمین اور کفارۃ الفدیۃ میں (او) تخییر

(۱) البخاری، ح: ۲۳۳ ومسلم، ح: ۱۶۷۱ وابو داؤد، ح: ۴۳۶۴، والنسائی، ح: ۳۰۵

معنی دیتا ہے۔ مفسرین میں سے امام قرطبی نے اپنی تفسیر قرطبی میں اور امام ابن کثیر نے اپنی کتاب تفسیر ابن کثیر میں اس قول کو راجح قرار دیا ہے اور یہی قول امام مالکؒ، سعید بن المسیبؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ اور مجاہد کا بھی ہے۔

② اکثر علماء کا کہنا ہے کہ آیت کریمہ میں حرف عاطفہ (اَو) تنویع کیلئے ہے تخییر کے لیے نہیں ہے۔ کیونکہ فساد فی الأرض مختلف انواع کا ہے امام کو صرف ایک ہی سزا دینے کا اختیار ہے۔ بلکہ محاربین کو ان کے جرم کے مطابق سزا دینی چاہیے۔ جیسا کہ سورۃ الشوریٰ میں ہے۔﴿جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ (الشوریٰ:٤٠)

نبی اکرم ﷺ نے ''عرنیین'' کو یہ سزائیں اکٹھی اس لیے دی تھیں کہ وہ

ا۔ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ ٢۔ چرواہوں کو قتل کر دیا تھا۔

٣۔ اونٹوں کو زبردستی ہانک کر لے گئے تھے۔

٤۔ راستہ میں لوگوں کو ڈراتے اور فساد پھیلاتے تھے۔

علماء ان سزاؤں کے تنوع کے بارے میں اس طرح تشریح کرتے ہیں۔

① اگر حرابہ میں صرف مال لوٹا گیا ہے اور کوئی قتل نہیں ہوا تو ان سب کا دایاں ہاتھ بایاں پاؤں کاٹے جائینگے اور کاٹنے کے بعد ان کو ڈم (داغ) دیا جائیگا۔

② اگر ان کا جرم صرف قتل کرنا ہو تو ان سب کو قتل کیا جائیگا۔

③ اگر انہوں نے قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو ان کی سزا قتل اور پھانسی ہوگی۔ پہلے پھانسی دی جائیگی اور بعد میں ان کی گردنیں کاٹ دی جائیں گی۔

④ اگر ان کا جرم صرف راہزنی اور لوگوں کو خوف زدہ کرنا اور فساد فی الارض پھیلانا ہے تو انہیں قید تنہائی میں رکھا جائیگا۔ یہاں تک کہ ان کی اصلاح ہو جائے۔

محاربین کا توبہ کرنا (توبۃ المحاربین)

اگر محاربین پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں کہ وہ آئندہ فساد فی الارض نہیں

پھیلائیں گے۔ اور اپنے آپ کو امام الوقت کے حضور پیش کر دیں۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی توبہ قبول فرما کر انہیں معاف کر دینگے۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ہے۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

(المایدہ:۵/۳٤)

توبہ کے ذریعے ان کے حقوق اللہ تو معاف ہو جائینگے مثلاً زنا کی سزا، شراب نوشی اور چوری کی سزا۔ لیکن حقوق العباد معاف نہیں ہونگے۔ لیکن اگر اولیاء الأمور انہیں معاف کر دیں تو معاف ہو جائینگے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک واقعہ اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ ایک علی الأسدی نامی آدمی بہت بڑا رہزن، فسادی اور دہشت گرد تھا اور وہ حکومت کی گرفت میں نہیں آتا تھا۔ اس نے ایک دفعہ ایک شخص کو سورۃ الزمر کی یہ آیت پڑھتے سنا۔

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (الزمر:۵۳)

"کہہ دو۔ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے تو اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بیشک اللہ سب گناہ بخشتا ہے۔ وہی ہے گناہ معاف کرنے والا۔"

تو علی الاسدی نے اس قاری سے اس آیت کو دوبارہ پڑھنے کے لیے کہا۔ تلوار کو میان میں ڈالا اور سحری کے وقت مدینہ منورہ آکر غسل کیا اور مسجد رسول ﷺ میں آکر صبح کی نماز باجماعت ادا کی۔ پھر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا۔ جب صبح روشن ہوئی تو لوگوں نے اسے پہچان لیا کہ یہ تو علی الاسدی ہے اور اسے پکڑنا چاہا۔ تو اس نے کہا میں توبہ کر کے آیا ہوں تم مجھ کو سزا کی قدرت نہیں رکھتے۔ تو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سچ کہتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن الحکم (امیر المدینہ) کے پاس لایا اور کہا یہ علی الاسدی ہے۔ توبہ کر کے آیا ہے تم اسے کوئی سزا یا قتل نہیں کر سکتے، تو اسے چھوڑ دیا گیا۔

اور مجاہد فی سبیل اللہ بن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد امارت میں روم کے خلاف بحری لڑائیوں میں شریک رہا ایک دفعہ رومی لشکر کی کشتی پر حملہ کیا اور کشتی الٹنے سے وہ رومیوں کے ساتھ ہی شہید ہو گیا۔ (فقہ السنہ، ج:۲/۴۰۷، ۴۰۸)

****.....****

البغاۃ

شرعی تعریف:

یہ وہ جماعت ہے جو اپنی دنیاوی خواہشات اور جھوٹی تاویلوں کی بنا پر شرعی امام کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کرنے سے انکار کردیتے ہیں اور شرعی واجبات مثل زکوٰۃ اور عُشر وغیرہ کی ادائیگی سے منکر ہو جاتے ہیں۔

حکم البغاۃ:

امام پر ضروری ہے کہ وہ ان کے خروج اور بغاوت کے اسباب معلوم کرے۔ اگر انہوں نے اپنے اوپر یا غیروں پر مظالم کا ذکر کیا ہے تو ان کو دور کرنا چاہیے اور ان کے شبہات کو بھی دور کرنا چاہیے تاکہ وہ حق کی طرف رجوع کر کے امام کی اطاعت قبول کرلیں۔ تو ان کی توبہ کو قبول کرلیا جائیگا۔ اگر وہ انکار کریں تو ان کے خلاف جہاد کرنا واجب ہوگا تاکہ ان کے فساد فی الارض کو روکا جا سکے۔ جیسا کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

① سورۃ الحجرات میں دو مسلمان جماعتوں کی لڑائی کا ذکر ہے۔ ان میں سے اگر ایک جماعت دوسری پر ظلم اور زیادتی کرے تو اس کے خلاف اس وقت تک لڑائی کرنے کا حکم ہے جب تک وہ رجوع الی اللہ نہ کرے۔

﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ﴾ (الحجرات:٩/)

اگرچہ اس آیت میں امام کے خلاف خروج کا ذکر نہیں ہے لیکن اس کا عموم باغیوں کے خلاف لڑائی کرنے کو شامل ہے۔ کیونکہ وہ بھی امام کی اطاعت کے منکر ہیں اس لیے ان سے جہاد بدرجہ اولیٰ لازم ہے۔ اور اس پر علماء کا اجماع بھی ہے۔

۱ "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم من خرج من الطاعۃ وفارق الجماعۃ فمات، مات میتۃً جاھلیۃ"(۱)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو امام کی اطاعت سے نکل گیا اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہوگیا اور فوت ہوگیا تو اس کی موت جاہلیت والی موت ہوگی۔''

۲ "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رأی من أمیرہ شیئا یکرھہ فلیصبر، فانہ من فارق الجماعۃ شبراً فمات، فمیتۃ جاھلیۃ"(۲)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی آدمی امام میں ایسا فعل یا عمل پائے جسے وہ مکرہ سمجھتا ہو تو اسے صبر سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ تحقیق اگر کوئی جماعت المسلمین سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوگیا اور فوت ہوگیا تو اس کی موت جاہلیت والی موت ہوگی۔

۳ "عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حمل علینا السلاح فلیس منّا"(۳)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہمارے (مسلمانوں) کے خلاف ہتھیار اُٹھائے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

الامام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے مشرکین سے قتال سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا اور مرتدین سے قتال سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سیرت سے لیا اور باغیوں سے لڑنا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیرت سے اخذ کیا ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب لأربعہ، ج:۵/۳۲۲)

ملاحظہ:

باغیوں کے ساتھ لڑائی شروع کرنے سے پہلے امام کو ان کی طرف اپنا نمائندہ بھیجنا چاہیے تاکہ وہ ان کی باطل تاویلوں اور شبہات کو دور کر سکے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۱) صحیح مسلم، ح:۱۸۴۸ وسنن النسائی، ح:٤١١٤

(۲) صحیح البخاری، ح:۷۰٥٤ وصحیح مسلم، ح:۱۸٤۹ وسنن ابوداؤد، ح:٤٧٥٨

(۳) صحیح البخاری، ح:٦٨٧٤ وصحیح مسلم، ح:۸۹

نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خوارج کی طرف ارسال کیا تھا۔ ان کے انکار پر اس وقت تک لڑائی شروع نہ کرے جب تک وہ لڑائی کی ابتدا نہ کریں۔ کیونکہ در حقیقت وہ مسلمان ہی ہیں چند شبہات کی بنا پر وہ اپنے امام کے منکر اور باغی ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات:۹)

کفار اور باغیوں سے لڑائی میں فرق

کفار سے لڑائی اور باغیوں سے لڑائی میں درج ذیل فروق پائے جاتے ہیں۔

① باغی اگر لڑائی میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں تو ان کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔

② باغیوں کے زخمیوں کا علاج کیا جائیگا۔

③ باغی قیدیوں کو قتل کرنا جائز نہیں۔

④ باغیوں کے اموال پر قبضہ نہیں کیا جائیگا۔

⑤ باغیوں کی عورتوں اور بچوں کو غلام نہ بنایا جائیگا۔ اور نہ ہی انہیں قتل کیا جائیگا کیونکہ وہ مسلمان ہیں۔

⑥ ان کے گھروں اور باغات کو جلایا نہیں جائیگا۔

⑦ ان کے ساتھ جہاد کے لیے کسی غیر مسلم سے مدد نہیں لی جائیگی۔

⑧ ان کے اوپر ٹینکوں، طائرات کے ذریعے حملہ نہ کیا جائیگا۔

مذکورۃ احکام کی دلیل وہ ہے جو امام حاکم نے مستدرک میں اور امام البزاز نے اپنی مسند میں بیان کی ہے۔

"عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال: هل تدری یا ابن ام عبد کیف حکم الله فیمن بغیٰ من هذه الأمة؟ قال الله ورسول اعلم، قال ﷺ لا یجهر علی جریحها ولا یقتل أسیرها، ولا یطلب هاربها، ولا

یقسم فیئھا"(کتاب الفقه علی المذاهب الأربعه، ج:۳۳۵/۵)

"نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا۔ اے ام عبد کے بیٹے کیا تمہیں معلوم ہے کہ میری امت کے باغیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے زخمی افراد کا علاج کیا جائیگا۔ ان کے قیدیوں کو قتل نہیں کیا جائیگا اور جو میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ جائیں ان کا پیچھا نہیں کیا جائیگا۔ اور نہ ان کے مال و اسباب کو مال غنیمت کی طرح تقسیم کیا جائیگا۔"

****......****

القسم الثانی

جرائم القصاص

یہ وہ جرائم ہیں جن کی سزا قصاص یا دیت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو قتل یا زخمی کرتا ہے یا اس کے کسی عضو کو کاٹ دیتا ہے۔ ان جرائم کو جرائم القصاص کہتے ہیں۔ قتل کی سزا ہمیشہ قتل کرنا نہیں ہوتی کیونکہ آدمی کبھی دوسرے شخص کو عمداً قتل کرتا ہے اور کبھی اس سے غلطی سے قتل ہو جاتا ہے۔ ان کی سزا کی تفصیل درج ذیل بحث میں آئے گی۔

قتل کی سزا:

کسی مسلمان کو بغیر حق کے قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی مؤمن کو عمداً قتل کرنے والے کو خلود فی النار کی بشارت دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اس کی سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ اسلام میں تو کسی جانور کو بھی بغیر سبب قتل کرنا ناجائز ہے۔ چہ جائیکہ کسی مسلمان آدمی کو پھر مؤمن آدمی کو قتل کرنا تو بہت بڑا جرم ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ سے مروی ہے۔

"عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ عن رسول الله ﷺ قال: لو أن أهل السماء وأهل الأرض اشتركوا فی دم مؤمنٍ لأكبهم الله فی النار"(۱)

"حضرت ابو ہریرۃ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر اہل السماء واہل الارض کسی مؤمن کے قتل میں شریک ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں جو حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

(۱) جامع الترمذی، ح:۱۳۹۸

"لزوال الدنيا أهون على الله من قتل مؤمن بغير حق"(١)

"کسی مؤمن کو بغیر حق کے قتل کرنے پر ساری دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ کے ہاں آسان ہے۔"

قتل کی حرمت کے دلائل:

اولاً: قرآن کریم میں قتل کی حرمت سے متعلق بہت سی آیات بیان کی گئی ہیں۔

① قولہ تعالیٰ فی سورۃ النساء

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾(النساء:٤/ ٩٣)

"اور جو مسلمان مؤمن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے اور اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس پر لعنت کی ہے۔ اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔"

اس آیت میں آخرت والی سزا کا ذکر ہے۔ دنیا میں تو مقتول کے وارثوں کو اختیار ہے کہ وہ قاتل کو قتل کریں یا دیت وصول کریں یا معاف کر دیں۔ لیکن آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہنا ہے اور مزید اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی رحمت سے دوری اور عذاب عظیم ہے۔

② قولہ تعالیٰ فی سورۃ بنی اسرائیل

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾(الاسراء:١٥/ ٣٣)

"اور اس شخص کو قتل نہ کرو جس کے قتل کو اللہ نے بغیر حق کے قتل کرنا حرام قرار دیا ہے۔ اور جو مظلوم قتل کیا گیا ہو تو ہم نے اس کے وارث کو غلبہ عطا کر دیا ہے تو وہ قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ تحقیق اللہ نے اسے بدلہ لینے میں مدد کی ہے۔"

(١) سنن ابن ماجة، ح:٢٦١٩

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتول کے وارث بدلہ لیتے وقت حد سے تجاوز نہ کریں۔ مثلاً قتل کرنے کے بعد قاتل کے ناک، کان، ہاتھ وغیرہ نہ کاٹیں اور اسے مثلہ نہ کریں۔ اور اگر وارثوں کو قاتل نہ ملے تو اس کی بجائے اس کے باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ کو قتل نہ کریں یہ سب تو جاہلیت والے رواج ہیں اور یہ حد سے تجاوز ہے۔

④ قولہ تعالیٰ فی سورۃ المائدۃ:

﴿مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾(المائدہ:۳۲/۵)

(حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے جب اپنے بھائی ہابیل کو ناحق قتل کیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔

”اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی جان کو بغیر حق کے قتل کیا یا زمین (ملک) میں فساد برپا کرنے کیلئے گویا اس اس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا۔ اور جس نے کسی جان کو زندہ رکھا گویا اس نے سارے انسانوں کو زندہ رکھا۔“

یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قابیل کا اپنے بھائی ہابیل کو ناحق قتل کرنا فساد فی الارض کے ضمن میں آتا ہے اس سے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مزید وضاحت ہے۔

”عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا تقتل نفسٌ الا كان على ابن آدم الأول كفلٌ منها“(۱)

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی جان کو قتل کیا۔ تو اس گناہ سے حضرت آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کو بھی حصہ ملے گا۔“

(۱) صحیح البخاری، ح:٦٨٦٧

ثانیا: قتل کی حرمت سے متعلق قرآن اور احادیث سے دلائل

① "عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم أوّل ما يقضى بين الناس فى الدماء"(١)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خون سے متعلق فیصلے کیے جائینگے۔''

② "عبداللہ بن بریدہ عن أبیہ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لقتل المؤمن اعظم عند الله من زوال الدنيا"(٢)

''حضرت عبداللہ بن بریدۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو قتل کرنا زوال دنیا سے بڑا گناہ ہے۔''

③ "عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اکبر الكبائر الاشراك بالله وقتل النفس وعقوق الوالدين وقول الزور"(٣)

''حضرت انس سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے کسی کو ناحق قتل کرنا، اور والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی ہے۔''

④ "عن أمير المؤمنين سيدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ أنه قال وهو محصور فى داره بالمدينة: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول لا يحل دم امرء مسلم الا باحدى ثلاث: رجل كفر بعد اسلامه أو زنى بعد احصانه أو قتل نفساً بغير نفس...... الحديث"(٤)

''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں محصور تھے تو انہوں نے باغیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا ''کسی مسلمان کو تین باتوں کے علاوہ قتل کرنا جائز

(١) صحيح البخارى، ح:٦٥٣٣ ومسلم، ح:١٦٧٨

(٢) سنن النسائى، ح:٣٩٨٦ والطبرانى، ح:١٤٢٥٦

(٣) صحيح البخارى، ح:٦٨٧١ وصحيح مسلم، ح:٨٧

(٤) احمد، ح:٧٥٥ ابوداؤد، ح:٤٥٠٢ وسنن النسائى، ح:٤٠١٩

نہیں ہے۔ جو مرتد ہو جائے، شادی شدہ زانی، ناحق کسی کو قتل کرنا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم ہے کہ میں نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا اور نہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے نکلنے کی تمنا کی۔ اور نہ ہی میں نے کسی کو قتل کیا ہے۔ تو پھر کس وجہ سے تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔"

مندرجہ بالا مذکورہ آیات اور احادیث کا تعلق اس آدمی سے ہے جو کسی دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرتا ہے۔ لیکن جو آدمی اپنے آپ کو قتل (خودکشی) کرے اس سے متعلق بھی قرآن کریم اور احادیث میں سخت وعید بیان کی گئی ہے۔ کہ آگ کا عذاب اس کیلئے واجب ہوگا۔

⑤ قولہ تعالیٰ فی سورۃ النساء:

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ (النساء:٤/٢٩، ٣٠)

"اور نہ قتل کرو اپنے آپ کو بیشک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ اور جو کوئی ظلم اور تعدی سے یہ کام کرے گا تو ہم اس کو آگ میں ڈالیں گے۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے۔"

⑥ قولہ تعالیٰ فی سورۃ البقرۃ:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ:٢/١٩٥)

"اور نہ ڈالو اپنی جانوں کو ہلاکت میں۔"

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا "(١)

(١) صحیح البخاری، ح:٥٧٧٨ وصحیح مسلم، ح:١٠٩ وجامع الترمذی، ح:٢٠٤٤

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے پہاڑ سے کود کر اپنے آپ کو قتل کرلیا وہ جہنم کی آگ میں یونہی ہمیشہ ہمیشہ کودتا رہے گا۔ جس شخص نے زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کرلیا تو وہ زہر کو اپنے ہاتھ میں لیکر جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو کسی آلے سے قتل کرلیا تو وہ آلے کو اپنے ہاتھ میں لیکر ہمیشہ جہنم کی آگ میں اپنے آپ کو زخمی کرتا رہے گا۔''

⑦ ''عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال: الذی يخنق نفسه يخنقها فی النار، والذی يطعن نفسه يطعن نفسه فی النار والذی يقتحم يقتحم فی النار''(۱)

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنا گلا گھونٹ کر مرتا ہے تو وہ آگ میں اپنا گلا گھونٹ کر مرتا رہے گا۔ اور جو شخص اپنے آپ کو کسی آلے سے مارتا ہے وہ آگ میں اپنے آپ کو آلے سے مارتا رہے گا۔ اور جو شخص بلندی سے کود کر مرتا ہے تو وہ آگ میں کود کر مرتا رہے گا۔''

⑧ ''عن جُندَبَ بْنُ عَبدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرُحٌ فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّينًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ''(۲)

''جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پہلی امتوں میں سے ایک آدمی کا قصہ بیان کیا کہ وہ زخمی ہوگیا اس نے جزع فزع کی اور چھری لیکر اپنے ہاتھ کو کاٹ دیا اور خون بند نہ ہوسکا یہاں تک کہ وہ فوت ہوگیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے میرے پاس آنے کیلئے جلد بازی سے اپنے آپ کو قتل کرلیا۔ تو میں نے اس پر جنت حرام کردی۔''

(۱) صحیح البخاری، ح:۱۳٦۵ واحمد، ح:٩٦١٨

(۲) صحیح البخاری، ح:۳٤٦۳

انواع القتل (قتل کی اقسام)

قتل کی اقسام کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک قتل کی تین قسمیں ہیں۔

(ا) قتل عمد (ب) قتل شبہ العمد (ج) قتل خطاء

قتل عمد کی تعریف:

ایک بالغ آدمی کسی دوسرے معصوم مسلمان کو تلوار، خنجر یا بندوق کے ذریعے یا زہر پلا کر قتل کرتا ہے تو اسے قتل عمد کہتے ہیں۔

قتل شبہ العمد کی تعریف:

ایک بالغ آدمی کسی دوسرے کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن خنجر، لاٹھی یا پتھر مار کر معمولی زخمی کرتا ہے لیکن مضروب اس مار پیٹ سے فوت ہو جاتا ہے تو اسے قتل شبہ عمد کہتے ہیں۔

قتل خطاء کی تعریف:

ایک بالغ آدمی کسی دوسرے شخص کو نہ تو قتل کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی مار پیٹ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن مثلاً ایک آدمی شکار کے دوران شکار پر فائر کرتا ہے لیکن غلطی سے کسی کو فائر لگ جاتا ہے اور وہ فوت ہو جاتا ہے یا ڈرائیور کی لاپرواہی سے گاڑی الٹ جانے سے کوئی مر جاتا ہے تو اسے قتل خطاء کہتے ہیں۔

② امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک قتل کی صرف دو قسمیں ہیں۔

(ا) قتل عمد (ب) قتل خطاء

وہ سورۃ النساء کی آیت رقم 92 اور 93 سے استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں

صرف دو قسمیں ہی مذکور ہیں۔

قولہ تعالی ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا﴾(النساء:۹۲/٤)

وقولہ تعالی:﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا﴾(النساء:۹۳/٤)

اور اگر کوئی مار پیٹ یا معمولی چوٹوں سے فوت ہو گیا تو وہ قتل عمد ہو گا۔ اور قتل شبہ العمد نہیں ہو گا۔

④ امام ابوحنیفہ ؒ کے نزدیک قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔

(ا) قتل عمد (ب) قتل شبہ العمد (ج) قتل خطاء

(د) قتل ما اجری مجری الخطاء ایسا قتل جو قتل خطاء کے زمرہ میں آتا ہو۔ مثلاً سونے کی حالت میں اگر کوئی شخص کسی دوسرے پر گر جائے اور وہ فوت ہو جائے۔

(ہ) قتل بالتسبب: کسی آدمی کے فعل کی وجہ سے دوسرا شخص فوت ہو جائے مثلاً اگر کسی نے سلطات کی اجازت کے بغیر عام گزرگاہ میں یا کسی دوسرے کی اراضی میں بغیر اجازت گڑھا یا کنواں کھودا اور ایک آدمی اس میں گر کر فوت ہو گیا۔ تو یہ قتل بالتسبب ہے۔

الراجح: درج ذیل ادلہ کی بنا پر امام شافعی اور امام احمد ؒ کا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان میں قتل کی تینوں اقسام کا ذکر ہے۔

"عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ قال: ألا ان دية الخطاء شبه العمد ما كان بالسوط والعصا مأة من الابل منها أربعون فى بطونها اولاد"(۱)

"عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا قتل خطاء کی دیت شبہ عمد والی ہے۔ شبہ عمد وہ ہے جو کوڑے اور لاٹھی کے مارنے سے مرجائے اور دیت 100 اونٹ ہیں جن میں چالیس حاملہ ہوں۔

(۱) سنن ابو داؤد، ح:۸۸

۲ "عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال: النبی ﷺ قال عقل شبه العمد مُغَلّظاً مثل عقل العمد ولا یقتل صاحبه......الخ"(۱)

"حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: شبہ العمد کی دیت قتل عمد کی دیت کی طرح مغلظہ ہے۔ اور قاتل کو قتل نہیں کیا جائیگا۔"

۳ "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أن النبی ﷺ قال: العمد قود الید والخطاء عقل لا قود فیه......الخ"(۲)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قتل عمد میں قصاص ہے اور قتل خطاء میں دیت ہے قصاص نہیں ہے۔"

مذکورہ احادیث سے واضح ہے کہ جو آدمی عصا یا کوڑے کی ضرب سے مر جائے وہ شبہ عمد کے ضمن میں آتا ہے۔

قتل عمد کی سزا

اگر کوئی آدمی کسی معصوم مسلمان کو قتل کر دے تو اسے چار طرح کی سزا دی جاتی ہے۔

① کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا ② مقتول کی وراثت سے محروم ہوگا

③ اسے کفارہ ادا کرنا ہوگا ④ قاتل بطور قصاص قتل کیا جائیگا

① کبیرہ گناہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا ہے جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے قولہ تعالیٰ:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّلَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾(النساء:۹۳/٤)

(۱) سنن ابو داؤد، ح:٤٥٦٤ واحمد، ح:٦٧١٨

(۲) الدار قطنی، ح:٣١٣٨

''اور جو مسلمان مؤمن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس پر لعنت کی ہے۔ اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔''

② میراث سے محروم ہونا:

اگر قاتل مقتول کے وارثوں میں سے ہے۔ تو وہ مقتول کا وارث نہیں ہوگا نہ ہی اس کی جائیداد سے اور نہ اس کی دیت سے جو قاتل مقتول کے وارثوں کو ادا کریگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

(ا) "عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لیس للقاتل میراث"(١)

''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاتل کے لیے میراث نہیں ہے۔''

(ب) "عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: لیس للقاتل من المیراث شیئ"(٢)

''قاتل کے لیے میراث میں سے کوئی شئ نہیں ہے۔''

③ کفارۂ قتل:

کفارہ ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے جو ہر طرح کے عیوب سے پاک ہو۔ اگر غلام موجود نہ ہو تو قاتل دو ماہ متواتر روزے رکھے گا۔ اگر بغیر شرعی عذر کے اس نے روزہ چھوڑا تو نئے سرے سے لگاتار گنتی مکمل کرے گا۔ لیکن حیض والی عورت وہ ایام چھوڑ کر مکمل کرے گی۔ سفر کے دوران بھی یہ روزے نہیں چھوڑے جائیں گے۔

قتل عمد میں کفارۃ سے متعلق فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کفارہ ادا کرنے کے حق میں ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا

(١) سنن ابن ماجه، ح:٢٦٤٦ والبیهقی، ح:١٥٩٢٧

(٢) سنن ابو داؤد، ح:٤٥٦٤

قول ہے کہ اگر مقتول کے وارث قاتل سے دیت لے لیں یا اسے معاف کر دیں تو اس پر کفارہ واجب ہے اور اگر قاتل قصاصاً قتل کر دیا گیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے جیسا کہ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (القتل کفارۃ) یعنی قتل کفارہ ہے۔ (نیل الأوطار، ج:۵۷/۷)

اسی طرح حضرت واثلہ بن الأصقع سے مروی ہے۔

"أتى النبي صلی اللہ علیہ وسلم نفر من بني سليم فقالوا: ان صاحباً لنا قد أوجب (النار بالقتل) فقال فليعتق رقبةً يفد الله بكل عضوٍ منها عضواً منه من النار" (۱)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنی سلیم کے چند آدمی آئے اور کہا ہمارے ایک ساتھی پر قتل کرنے کی وجہ سے آگ واجب ہوگئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا ایک غلام آزاد کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کے ہر عضو کو آگ کے عذاب سے معاف کر دیگا۔"

اس حدیث سے ہوتا ہے کہ قتل عمد میں اگر اولیاء مقتول قصاص کے بجائے دیت پر راضی ہو جائیں یا مطلقاً معاف کر دیں تو قاتل کو کفارۃ ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر اسے قصاصاً قتل کیا جائے تو اسے قتل کرنا ہی کفارہ ہے۔

قتل کے کفارہ میں ظہار کے کفارہ کی طرح 60 مساکین کو کھانا کھلانا جائز نہیں ہے۔

④ قصاص:

شرعاً: قاتل کو قتل کے بدلے میں قتل کرنا قصاص ہے۔

حکمہ: قصاص قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

(ا) القرآن: قرآن کریم میں بہت سی آیات سے قصاص لینا ثابت ہے۔ چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱ قولہ تعالیٰ فی سورۃ البقرۃ:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى﴾ (البقرہ:۱۷۸/۲)

(۱) سنن ابو داؤد، ح:۳۹۶۴ وسنن النسائی، ح:۴۸۹۰ واحمد، ح:۱۶۰۵۳

''اے ایمان والو! مقتولوں کے لیے تم پر قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔''

۲ قولہ تعالیٰ فی سورۃ المائدۃ:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾ (المائدہ:۵/۴۵)

''اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب (توراۃ) میں کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے قصاص ہے۔''

نوٹ: قصاص کا یہ حکم توراۃ میں یہود کے لیے تھا اور علماء اصول نے تصریح کی ہے۔ کہ قرآن کریم میں جو احکام پچھلی امتوں سے متعلق مذکور ہیں اور اگر نبی اکرم ﷺ نے ان کا انکار نہ کیا ہو اور نہ ہی ان میں کوئی ترمیم کی ہو تو وہ امت محمد ﷺ کے حق میں تسلیم کیے جائینگے۔

۳ قولہ تعالیٰ فی سورۃ البقرۃ:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ يَٰٓأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرہ:۲/۱۷۹)

''اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے۔ اے عقل مندو تاکہ تم بچتے رہو (یعنی قصاص کے ڈر سے کسی کو قتل کرنے سے بچتے رہو)۔''

مذکورۃ آیات قصاص کی مشروعیت کے لیے واضح دلیل ہیں۔

(ب) السنۃ: قصاص کی مشروعیت کیلئے احادیث مبارکہ میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

"عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أن رسول الله ﷺ قَالَ: مَنْ قَتَلَ عَمْدًا فَهُوَ قَوَدٌ وَمَنْ حَالَ دونه فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وغضبه ولَا يُقْبَلُ الله مِنْهُ صَرفاً وَلَا عَدْلاً"(۱)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ جو کسی کو عمداً قتل کردے تو اس

(۱) سنن ابوداؤد، ح:۴۵۳۹ وسنن النسائی، ح:۴۷۹۰ وسنن ابن ماجہ، ح:۲۶۳۵

پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور غضب ہوگا۔ نہ اس سے توبہ قبول کی جائیگی اور نہ ہی فدیہ۔"

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بن مسعود ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ الثَّيِّبُ الزَّانِي وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ"(۱)

"حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کو تین امور کے علاوہ قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ شادی شدہ زانی اور جو ناحق کسی کو قتل کرے اور جو مرتد ہو جائے اور مسلمانوں کی جماعت چھوڑ دے۔"

(ج) الاجماع: امت مسلمہ قصاص کے وجوب پر متفق ہے۔ مقتول کے اولیاء ہی قصاص لینے کے حق دار ہیں کیونکہ وہ مقتول کے شرعی وارث ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو قاتل کو معاف بھی کر سکتے ہیں لیکن وارث کے علاوہ کوئی اسے معاف نہیں کر سکتا۔ ورثاء میں سے اگر کوئی ایک قصاص معاف کر دے تو قاتل کو بطور قصاص قتل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس سے دیت لی جائیگی اور جس نے قصاص معاف کر دیا تو اسے دیت سے حصہ نہیں ملے گا۔ معافی کبھی دیت لے کر کی جاتی ہے اور کبھی دیت کے بغیر دیت کے بغیر معاف کرنا زیادہ افضل ہے۔ جیسا کہ سورالبقرہ میں بیان ہوا ہے۔

(۱) قولہ تعالیٰ:

﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

(البقرة:۲/۱۷۸)

"پس جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے تو اسے

(۱) صحيح البخاري، ح:۶۸۷۸ وصحيح مسلم، ح:۱۶۷۶ وسنن أبوداؤد، ح:۴۳۵۲ وجامع الترمذي، ح:۱۴۰۲ و سنن النسائي، ح:۴۷۲۱

معروف کے ساتھ اتباع کرنی چاہیے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہیے تمہارے رب کی طرف سے یہ تخفیف اور رحمت ہے اس کے بعد بھی جو سرکشی کرے تو اسے دردناک عذاب ہوگا۔"

نوٹ: قبول دیت کے بعد اگر قتل کردے تو یہ سرکشی اور زیادتی ہوگی جس کی سزا اسے آخرت میں بھگتنی پڑے گی۔

② قولہ تعالیٰ فی سورۃ الشوریٰ:

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (الشوری:۴۰)

"اور برائی (قصاص) کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے اور جو معاف کردے اور اصلاح کرلے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔"

نوٹ: قصاص کا بدلہ اگرچہ برائی نہیں ہے لیکن مشابہت کی وجہ سے اسے بھی برائی ہی کہا گیا ہے۔

③ قولہ تعالیٰ فی سورۃ الاسراء:

﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾ (الاسراء:۱۷/۳۳)

"اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارث کو طاقت دے رکھی ہے۔ پس اسے چاہیے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے۔ بیشک وہ مدد کیا گیا ہے۔"

قاتل کو معاف کردینے سے متعلق بہت سی احادیث ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

١ "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من قتل له قتيل فهو بخير النظرين۔ اما

أن يفتدى واما أن يقتل"(١)

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا کوئی قتل کردیا جائے تو اسے دو طرح کے اختیار ہیں یا تو وہ دیت لے لے یا اس سے قصاص لے۔''

١ "قوله صلی اللہ علیہ وسلم يوم فتح مكة من حديث أبی شريح رضی اللہ عنہ فمن قتل له قتيل بعد اليوم فأهله بين خيرتين اما أن يقتلوا أو يأخذوا الدية"(٢)

''حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا جس کا کوئی (شخص) قتل کردیا گیا ہو آج کے بعد اس کے اولیاء کو دو طرح کا اختیار ہے یا تو وہ قصاص لے لیں اور یا پھر اس سے دیت لے لیں۔''

قصاص لینے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے اور کسی سے بھی اس کی مخالفت ثابت نہیں ہے اور عقل سلیم بھی اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اگر عاقل کو پتہ ہو کہ کسی کو قتل کرنے کے بدلے وہ بھی قتل کردیا جائیگا تو وہ لازمی قتل کرنے سے باز آجائیگا اور اس سے وہ خود بھی زندہ رہے گا اور جسے قتل کرنا چاہا وہ بھی زندہ رہے گا۔

قصاص کا حکم اسلام سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی موجود تھا چنانچہ توراۃ میں سفر خروج فصل نمبر 21 میں مذکور ہے۔ (فقہ السنۃ، ج:۲/۴۳۱)

اگر کوئی ظالم آدمی کسی دوسرے کو کسی چیز سے مارے اور وہ مر گیا تو قاتل کو بھی قتل کردیا جائیگا۔ اگر کسی نے کسی کو ظلماً قتل کیا تو اسے مذبح میں لے جا کر قتل کردیا جائیگا اور جس شخص نے اپنی ماں یا باپ کو مارا پیٹا تو اسے قتل کردیا جائیگا۔ اگر اس نے کسی کو تکلیف پہنچائی یعنی زخمی کیا تو نفس کے بدلے نفس۔ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں اور زخم دینے کے بدلے زخم اور جو دو پتھروں کے درمیان پیس دے تو اس کو دو پتھروں کے درمیان پیسا جائیگا۔

(١) صحيح البخاری، ح:٦٨٨٠: وصحيح مسلم، ح:١٣٥٥

(٢) جامع الترمذی، ح:١٤٠٦

اس کی تائید سورۃ المائدۃ کی اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے۔

قولہ تعالیٰ:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾(المائدہ:٥/٤٥)

''اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب (توراۃ) میں یہ بات مقرر کردی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا قصاص (بدلہ) ہے۔''

پھر عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی قتل کرنے پر قصاص کی سزا موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کی جماعت سے کہا ''ما جئت لأنقص الناموس وانما جئت لأتمم'' کہ میں توراۃ میں کمی کرنے نہیں آیا بلکہ میں اسے پورا کرنے آیا ہوں۔ (فقہ السنۃ، ج:۲/۴۳۲)

اور قرآن کریم میں بھی ان کے اس قول کی تائید ہوئی ہے، قولہ تعالیٰ سورۃ الصّف:

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾(الصف:٦/٦١)

''اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں اور مجھ سے پہلی کتاب توراۃ کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔''

اسی طرح ایک دوسری آیت سورۃ آل عمران میں ہے، قولہ تعالیٰ:

﴿وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ﴾(آل عمران:٣/٥٠)

''اور میں توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے۔''

قصاص کے واجب ہونے کی شرطیں:

جب یہ ثابت ہو جائے کہ قاتل نے عمداً قتل کیا ہے تو قاتل سے اس وقت تک قصاص نہیں لیا جائیگا جب تک قاتل اور مقتول میں درج ذیل شرطیں نہ پائی جائیں۔

شروط القاتل:

① قاتل کا بالغ اور عاقل ہونا ضروری ہے۔ صغیر اور مجنون سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔

"رفع القلم من ثلاث عن الصبی حتی یبلغ وعن المجنون حتی یفیق وعن النائم حتی یستیقظ"(۱)

"(اس کا ترجمہ گزشتہ ابواب میں گزر چکا ہے)"

اگر کوئی شراب پی کر مدہوش ہوا اور اس نے قتل کیا تو اس سے فقہاء کے اتفاق کے مطابق قصاص لیا جائیگا۔ جیسا کہ مروان بن حکم گورنر مدینہ منورہ نے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو لکھا کہ میرے پاس ایک شرابی کو لایا گیا ہے جس نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو لکھا کہ اسے قتل کر دیا جائے (فقہ السنۃ، ج ۲ ۴۴۳)

② قاتل کا خود مختار ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی کو قتل کرنے پر مجبور کیا گیا ہو اور حکم دینے والا کوئی سلطان یا حاکم ہو یا جس کے دبدبے میں وہ ڈرتا ہو تو اس پر قصاص نہیں ہے۔ قصاص حکم دینے والے سے لیا جائیگا۔ اور قاتل کو تعزیر کے ضمن میں سزا دی جائے گی۔ یہ احناف اور ایک قول امام شافعی کا ہے۔ لیکن امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کے دوسرے قول میں ہے کہ دونوں کو قتل کیا جائیگا۔ اور اگر اولیاء مقتول معاف کر دیں تو دیت واجب ہو جائیگی۔

شروط المقتول:

① مقتول کا معصوم الدم ہونا ضروری ہے۔ اسے کسی صورت میں بھی قتل کرنا جائز نہیں

(۱) سنن ابو داؤد، ح:۴۴۰۱ وسنن النسائی، ح:۳۴۳۲ وسنن ابن ماجہ، ح:۲۰۴۱

ہے۔ لیکن اگر مسلمان کسی کافر کو قتل کردے یا کسی مرتد یا شادی شدہ زانی کو قتل کردے تو اسے بدلے میں قتل نہیں کیا جائیگا۔ جیسا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے

"عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یحل دم امری مسلم یشهد أن لا إله الا الله وأن محمداً رسول الله الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارك لدینه المفارق للجماعة" (۱)

"(اس کا ترجمہ گزشتہ ابواب میں گزر چکا ہے)"

۲ مقتول قاتل کا بیٹا یا پوتا وغیرہ نہ ہو۔ اگر والد بیٹے یا پوتے کو قتل کردے تو اس پر قصاص نہ ہے اسی طرح اگر ماں، دادا یا دادی اپنے پوتے وغیرہ کو قتل کردے تو ان سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔ اس کے برعکس اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا کو قتل کردے تو اس سے قصاص لیا جائیگا۔ جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۱ عن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا یقاد الوالد بالولد" (۲)

"حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹے کو قتل کرنے میں باپ سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۲ "لا یقتل الوالد بولده وعلی الوالد الدیة من ماله"

"بیٹے کے بدلے والد قتل نہیں کیا جائیگا۔ لیکن والد اپنے مال سے مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرے گا"

۳ "عن عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ أن رجلا من مدلج یقال له (قتاده) خذف ابناً له بالسیف فأصاب ساقه فنزی جرحه فمات فقدم سراقة بن جعشم علی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فذکر ذلك له فقال لی عمر رضی اللہ عنہ

(۱) صحیح البخاری، ح:۶۸۷۸؛ صحیح مسلم، ح:۱۶۷۶

(۲) جامع الترمذی، ح:۱۴۰۰؛ والدارقطنی، ح:۳۲۷۷؛ واحمد، ح:۹۸

أعدد على (ماء قديد) عشرين ومأة بعير حتى أقدم عليك فلما قدم عليه عمر رضی اللہ عنہ أخذ من تلك الابل ثلاثين حقه وثلاثين جذعة وأربعين خلفة ثم قال أين أخو المقتول؟ فقال ها أنذا قال رضی اللہ عنہ خذها فان رسول الله ﷺ قال ليس لقاتل شيء" (فقه السنة ٢ / ٤٤٤)

"اس حدیث میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے جسے حضرت عمرو بن شعیب نے بیان کیا ہے۔ کہ بنی مدلج کے قتادۃ نامی آدمی نے اپنے بیٹے کی طرف تلوار پھینکی جو اس کی ٹانگ پر لگی۔ زیادہ مقدار میں خون بہنے سے وہ فوت ہوگیا۔ چنانچہ سراقۃ بن جعشم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جاؤ اور میرے آنے سے پہلے قدید کے چشمہ پر 120 اونٹ لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور ان اونٹوں میں سے 30 حقہ اور 30 جذعۃ اور 40 خلفۃ الگ کر لیے اور پوچھا کہ مقتول کا بھائی کدھر ہے؟ بتایا گیا یہ موجود ہے۔ تو حضرت نے فرمایا انہیں لے جاؤ۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قاتل کے لیے (دیت سے) کچھ بھی نہیں ہے۔ (فقہ السنۃ، ج:۲/۴۴۴)

حقۃ: جس اونٹ کی عمر 3 سال ہو اور چوتھے سال میں داخل ہوگیا ہو۔

جذعۃ: جس اونٹ کی عمر 4 سال ہو اور پانچویں سال میں داخل ہوگیا ہو۔

خلفۃ: وہ اونٹنی ہے جو بچے پیدا کرنے والی ہو۔

لیکن امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر باپ اپنے بیٹے کو عمداً قتل کرتا ہے یعنی بیٹے کو ذبح کر دیتا ہے یا پہاڑی سے گرا دیتا ہے یا گلہ دبا کر قتل کر دیتا ہے تو باپ کو اس کے بدلے قتل کیا جائیگا۔ لیکن اگر باپ نے ادب سکھانے کیلئے مارا اور وہ فوت ہوگیا تو باپ کو قتل نہیں کیا جائیگا۔ بلکہ وہ اپنے مال سے بیٹے کے وارثوں کو دیت ادا کریگا۔ اور یہی حکم ماں، دادی اور دادا کے لیے بھی ہے۔

③ مقتول کا دین اور آزادی میں قاتل کے مساوی ہو:

مقتول اور قاتل کا دین اور آزادی میں برابر ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر کوئی مسلمان

کافر کو قتل کردے یا آزاد کسی غلام کو قتل کردے تو ان پر قصاص نہیں ہے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی کافر مسلمان کو قتل کردے یا غلام آزاد کو قتل کردے تو ان سے قصاص لیا جائیگا۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

ا "عن ابی جحیفة رضی اللہ عنہ قال: ان النبی ﷺ قال: لا یقتل مسلم بکافر"(۱)

''حضرت ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائیگا۔''

ب "عن علی رضی اللہ عنہ قال: أن رسول الله ﷺ قال المسلمون تتکافأ دماء هم ویسعیٰ بذمتهم ادناهم ولا یقتل مؤمن بکافر"(۲)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان قصاص اور دیت میں آپس میں برابر ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی کمزور آدمی کسی کی ضمانت دے دے تو وہ قابل قبول ہوگی اور مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائیگا۔''

ج) "عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: قال رسول الله ﷺ لایقتل حرٌ بعبده"(۳)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے غلام کو قتل کرنے کے بدلے میں (آقا) آزاد آدمی کو قتل نہیں کیا جائیگا۔''

اس بات پر فقہاء کا آپس میں اتفاق ہے کہ جنس، عقل، بلوغ اور شرف میں قاتل اور مقتول کے درمیان مساوات کی کوئی شرط نہیں ہے۔ یعنی عورت کے بدلے آدمی اور چھوٹے کے بدلے بڑا اور مجنون کے بدلے عقل مند اور جاہل کے بدلے عالم کو بطور قصاص قتل کیا جائیگا۔

چند افراد ملکر کسی ایک کو قتل کردیں اس کا حکم:

اگر چند افراد مل کر کسی ایک کو قتل کردیں تو ان سب کو قتل کیا جائیگا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔

(۱) صحیح البخاری، ح:۶۹۰۳ وسنن ابوداؤد، ح:۲۷۵۱ والترمذی، ح:۱۴۱۳۔

(۲) سنن ابوداؤد، ح:۲۷۵۱ وسنن النسائی، ح:۴۷۵۰ واحمد، ح:۹۵۹ والترمذی ح:۱۴۱۳

(۳) الدارقطنی، ح:۳۲۵۲ والبیهقی، ح:۲۹۴۶ وسنن ابوداؤد، ح:۴۵۱۷

(ا) "عن سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قتل نفراً (خمسة أو سبعة) برجل واحد قتلوه قتل غیلة، وقال لو تمالأ علیه أهل صنعاء لقتلتهم به جمیعاً"(۱)

''حضرت سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے قتل کے بدلے 5 یا 7 آدمی قتل کر دیئے۔ انہوں نے اُسے غیلۃً قتل کیا تھا اور حضرت نے کہا کہ اگر صنعاء شہر والے سارے اس میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔''

قتل غیلۃ: کسی آدمی کو دھوکے سے آبادی سے دور کسی غیر معروف جگہ پر لے جا کر قتل کرنے کو قتل غیلۃ کہتے ہیں۔

(۲) المغیرۃ بن حکیم الصنعانی نے اپنے والد سے حدیث بیان کی ہے کہ صنعاء شہر کی عورت کا خاوند اپنے سفر پر گیا اور اپنی بیوی کے پاس اپنا دوسری بیوی سے بیٹا چھوڑ گیا۔ جس کا نام اُصیل تھا۔ بعد میں عورت نے کسی آدمی سے دوستی کر لی اور اس سے بچے کو قتل کرنے کا مطالبہ کیا تا کہ وہ ہمارا راز فاش نہ کر دے۔ پہلے اس نے انکار کر دیا بعد میں وہ اُسے قتل کرنے پر تیار ہو گیا۔ چنانچہ وہ آدمی اور اس کا دوست وہ عورت اور اس کے خادم نے مل کر بچے کو قتل کر دیا اور اس کے ٹکڑے کر کے چمڑے کی تھیلی میں باندھ کر شہر سے باہر ایک غیر آباد کنویں میں پھینک دیا۔ پھر یہ واقعہ مشہور ہوا اور عوام میں پھیل گیا۔ تو حضرت یعلیٰ بن امیۃ جو یمن میں گورنر تھے۔ انہوں نے عورت کے دوست کو پکڑا چنانچہ اس کے اعتراف کرنے پر دوسروں نے بھی اعتراف کر لیا۔ حضرت یعلیٰ نے اس واقعہ کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کیا اور ان کی رائے دریافت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے امیر المؤمنین اگر ایک اونٹ کی چوری میں چند افراد شریک ہوں اور ذبح کرنے کے بعد گوشت کو بانٹ لیں تو کیا آپ ان

(۱) المؤطا، ح: ۳۲٤٦

کے ہاتھ نہ کاٹو گے۔ تو کہنے لگے ہاں کاٹوں گا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بھی ویسا ہی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر یعلی بن امیہ کو لکھا کہ ان سب کو قتل کردو اور کہا اللہ کی قسم اگر صنعاء شہر والے سب اس میں شریک ہوتے تو میں ان سب کو قتل کر دیتا۔(۱)

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ تھا اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع بھی ہے۔

قصاص لینے کی شرطیں

اولیاء مقتول اگر قصاص لینا چاہیں تو ان میں درج ذیل شروط کا پایا جانا ضروری ہے۔

① ولی المقتول کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ نابالغ یا مجنون ہو تو کوئی ان کی نیابت نہیں کرسکتا۔ اس صورت میں قاتل کو قید رکھا جائیگا۔ یہاں تک کہ ولی المقتول بالغ ہو جائے اور مجنون صحت مند ہو جائے جس طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ھدبۃ بن خشرم کو قتل کرنے پر قید کر دیا تھا حتی کہ مقتول کا بیٹا بالغ ہو گیا۔ اور کسی صحابی نے اس کا انکار نہیں کیا تھا۔(فقه السنة، ج:۲/ ٤٥٠)

② اگر اولیاء المقتول متعدد ہوں تو ان سب کا قصاص لینے پر متفق ہونا ضروری ہے۔ اگر چند ایک نے معاف کر دیا تو قصاص ساقط ہو جائیگا۔ اور جن افراد نے معاف نہیں کیا تو انہیں دیت میں سے اس کی وراثت سے حصہ کے مطابق حق دیا جائیگا۔ اور دوسروں کا حق ساقط ہو جائیگا۔

③ قصاص لیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ دوسرا شخص قصاص کی لپیٹ میں نہ آجائے۔ مثلاً اگر کسی حاملہ عورت نے قتل کر دیا تو اس وقت تک اس سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔ جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اور اسے پہلوٹھی کا دودھ نہ

(۱) البیهقی، ح:۱٥٩٧٦ و البخاري، ج: ٦٥٠١

پلائے۔ کیونکہ پہلوٹھی کا دودھ نہ پلانے سے بچے کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ پہلوٹھی کا دودھ پلانے کے بعد اگر بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ قبول کرلے تو بہتر ورنہ وہ 2 سال تک رضاعت کرے گی جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے۔

"أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْمَرْأَةُ إِذَا قَتَلَتْ عَمْدًا لَا تُقْتَلُ حَتّٰى تَضَعَ مَا فِي بَطْنِهَا إِنْ كَانَتْ حَامِلًا وَحَتّٰى تُكَفِّلَ وَلَدَهَا وَإِنْ زَنَتْ لَمْ تُرْجَمْ حَتّٰى تَضَعَ مَا فِي بَطْنِهَا وَحَتّٰى تُكَفِّلَ وَلَدَهَا"(۱)

"اگر کوئی حاملہ عورت کسی کو عمداً قتل کردے تو واضع حمل تک اسے قتل نہیں کیا جائیگا۔ اور جب تک بچہ کی کفالت کا بندوبست نہ ہو جائے۔ اور اگر کسی عورت نے زنا کیا تو اسے وضع حمل تک قتل نہیں کیا جائیگا۔ اور جب تک بچہ کی کفالت کا بندوبست نہ ہو جائے۔"

④ قصاص لیتے وقت حاکم وقت یا اس کے نائب کی موجودگی ضروری ہے تاکہ دوسروں پر ناجائز ظلم نہ ہو۔

کس آلہ سے قصاص لیا جائیگا

کس چیز سے قصاص لیا جائیگا۔ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

① مالکیہ، شافعیہ ایک قول حنابلہ کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ جس چیز سے قاتل نے قتل کیا ہے اسی چیز سے قاتل کو قتل کیا جائیگا۔ اور وہ درج ذیل ادلہ سے استدلال کرتے ہیں۔

(ا) سورۃ البقرہ میں مذکور ہے:

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾(البقرہ:۲/۱۹٤)

(۱) سنن ابن ماجہ، ح: ۲٦۹٤

''جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کے مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے۔''

(ب) سورۃ النحل میں آیا ہے:

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ﴾(النحل:١٦/١٢٦)

''اور اگر تم بدلہ لو تو اس کے برابر جتنا تم کو تکلیف یا اذیت دی گئی ہے۔''

(ج) سورۃ الشوریٰ میں مذکور ہے:

﴿جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾(الشوری:٤٠/٤٠)

''اور برائی کا بدلہ اس جیسی برائی (برے عمل) کے ساتھ ہے۔''

(د) "عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال: من غرض غرّضنا له ومن حرّق حرّقناه ومن غرّق غرّقناه"(١)

''حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے باندھ کر سزا دی ہم اس کو باندھ کر سزا دینگے۔ اور جس نے جلایا ہم اس کو جلائیں گے اور جس نے غرق کیا ہم اسے غرق کریں گے۔''

(ہ) "عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ قِيلَ مَنْ فَعَلَ هَذَا بِكِ أَفُلَانٌ أَفُلَانٌ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا فَأُخِذَ الْيَهُودِيُّ فَاعْتَرَفَ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَرُضَّ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ"(٢)

''حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ایک بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا تھا۔ تو اس سے پوچھا کہ فلاں فلاں نے یہ کیا ہے؟ یہاں تک کہ یہودی کا نام لیا گیا تو بچی نے اپنا سر ہلا کر ہاں میں جواب دیا۔ یہودی کو پکڑا گیا تو یہودی کے اقرار کے بعد آپ ﷺ نے اس یہودی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دینے کا حکم صادر فرمایا۔''

(١) البیهقی، ح:١٥٧٧١

(٢) صحیح البخاری، ح:٢٤١٣ صحیح مسلم، ح:١٦٧٢ وسنن ابوداؤد، ح:٤٥٢٧

امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ نے مزید کہا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص کو جادو کے ذریعے یا شراب پلا کر یا لواطت یا زنا کر کے قتل کر دیا تو تلوار سے اس کی گردن کاٹی جائیگی کیونکہ جادو، شراب اور زنا بذات خود حرام ہیں اس لیے ان پر عمل نہیں ہوگا۔

② احناف اور حنابلہ کے مشہور قول کے مطابق ہر قاتل سے بذریعہ تلوار قصاص لیا جائیگا۔ اور تلوار کے علاوہ قصاص لینا مثلہ ہوگا۔ جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

"عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال: لا قودَ الا بالسيف" (١)

"یعنی تلوار کے علاوہ قصاص لینا جائز نہیں"

در حقیقت اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں اور امام احمد نے بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح نہیں ہے۔

قتل کن امور کے ذریعے ثابت ہوسکتا ہے

درج ذیل امور میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے قتل ثابت ہو جاتا ہے۔

① اقرار: قاتل کے بذات خود اقرار کرنے سے قتل ثابت ہو جائیگا۔ نابالغ اور مجنون کے اقرار سے قتل ثابت نہیں ہوگا۔ قاتل کے اقرار میں کسی قسم کی تاویل، یا شبہ کا امکان نہیں ہونا چاہیے بلکہ اقرار واضح طور پر ہونا چاہیے۔ فقہاء اقرار کو سید الأدلۃ کہتے ہیں۔

② شہادت (گواہی): شرعی عدالت میں دو عادل آدمیوں کی گواہی سے قتل ثابت ہو جاتا ہے۔ قصاص اور حدود کے معاملات میں ایک آدمی اور دو عورتوں کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ اس طرح ایک گواہ اور ولی المقتول کی قسم سے بھی قتل ثابت نہیں ہوگا۔

(١) ابن ماجه، ح:٢٦٦٧ الدارقطني، ح:٣١٠٩ البيهقي، ح:١٦٠٨٩ الترمذي، :١٣٠٤

③ قسامۃ: (تعریف القسامۃ): اولیاء مقتول میں سے 50 آدمی 50 قسمیں اٹھائیں گے کہ اس آدمی نے ہمارے عزیز کو قتل کیا ہے۔ یہ امام مالک رحمہ اللہ، امام الشافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کی رائے ہے۔ لیکن جب اولیاء مقتول قسمیں دیں تو ان کے ہاں لوث یعنی علامت قتل اور پختہ شبہ کا پایا جانا ضروری ہے۔ مثلاً مقتول کے قریب کوئی آدمی دیکھا گیا جس کے پاس آلہ قتل تھا اور اس پر خون کے اثرات بھی تھے۔ لوث کے بغیر قسامۃ کے ذریعے قتل ثابت نہ ہوگا۔

لیکن احناف کہتے ہیں کہ جس محلہ میں مقتول پایا گیا ہے تو اہل محلہ میں سے 50 آدمی قسمیں دینگے کہ ہم میں سے کسی نے بھی قتل نہیں کیا۔

حکم القسامۃ:

اسلام سے قبل جاہلیت کے دور میں بھی قسامۃ معروف تھی اور اس کے ذریعے قصاص یا دیت وصول کی جاتی تھی اور اسلام نے بھی اسے برقرار رکھا۔ یہ احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

"عن أبی سلمة بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ قال: أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أقرّ القسامة علی ما كانت عليه فی الجاهلية"(١)

''حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت والی قسامۃ کو برقرار رکھا تھا۔''

② امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انہیں بتایا گیا کہ ایک آدمی دو بستیوں وادعۃ اور ارحب کے درمیان مقتول پایا گیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھ بھیجا کہ مقتول کا دونوں بستیوں کے درمیان فاصلہ ناپو۔ چنانچہ مقتول وادعۃ نامی بستی کے قریب پایا گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اھل وادعۃ سے قسامۃ طلب کیا۔ (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه، ج:٥/٣٠٨)

(١) مسلم، ح:١٦٧٠ والنسائی، ح:٤٧٠٧ واحمد، ح١٦٥٩٨
البخاری، ح:٣١٧٣ ومسلم، ح:١٦٦٩

④ بخاری شریف اور مسلم میں آیا ہے کہ عبداللہ بن سہل اور عبدالرحمٰن سہل اور حویصۃ و محیصۃ تجارت کی خاطر خیبر کی طرف گئے پھر اپنے اپنے کاروبار میں الگ الگ چلے گئے۔ بعد میں انہوں نے عبداللہ بن سہل کو ایک گڑھے میں خون میں لت پت مقتول پایا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اسے کس نے قتل کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ یہودیوں کے علاوہ اور کون قتل کرے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہودی 50 قسمیں دیں کہ انہوں نے قتل نہیں کیا اور وہ قتل سے بری ہو جائینگے۔ تو انہوں نے کہا یہودی تو جھوٹی قسمیں دے سکتے ہیں ہمیں ان کی قسموں پر اعتبار نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم 50 قسمیں دو کہ یہودیوں نے ہی قتل کیا ہے تو تم خون بہا کے مستحق ہو جاؤ گے۔ وہ کہنے لگے کہ جن کو ہم نے قتل کرتے نہیں دیکھا تو ہم قسمیں کیسے دیں۔ تو آپ ﷺ ایک مسلمان کے خون کو ضائع ہونے کو برا سمجھتے ہوئے بیت المال سے 100 اونٹوں سے انہیں دیت ادا کر دی۔

سقوط قصاص

قصاص کے وجوب کے بعد درج ذیل تین امور میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔

① العفو (معافی):

قاتل کو معاف کر دینا اس سے قصاص لینے سے افضل ہے۔ اگر سب اولیاء المقتول یا ان میں سے کوئی ایک معاف کر دے۔ تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ معاف کرنے والا نابالغ یا مجنون نہ ہو۔ اگر اولیاء المقتول قصاص لینا معاف کر دیں تو حاکم کو معاف کرنے کے سلسلہ میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے لیکن حاکم اگر مناسب سمجھے تو تعزیر کے تحت اسے کوڑے یا قید کی سزا دے سکتا ہے۔

② قاتل کا قصاص سے قبل فوت ہو جانا:

اگر قاتل عمد طبعی موت سے فوت ہو گیا تو قصاص ساقط ہو جائیگا۔ اس صورت میں کیا

قاتل کے مال سے دیت ادا کی جائیگی یا نہیں۔ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

(ا) حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک قاتل عمد کی موت واقع ہونے پر قصاص اور دیت دونوں ساقط ہو جائینگے اور اولیاء مقتول کسی چیز کے حق دار نہ ہونگے۔

(ب) شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اولیاء المقتول دیت لینے کے حقدار ہونگے جو قاتل کے مال سے ادا کی جائیگی۔ تاکہ مقتول کا خون ضائع نہ ہو۔

③ صلح:

سب فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر اولیاء المقتول اور قاتل کے درمیان قصاص نہ لینے پر صلح ہو جائے تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔ کبھی یہ صلح مفت میں ہوتی ہے اور کبھی اس کے مقابل کچھ لیا جاتا ہے تو یہ جائز ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں مذکور ہے۔ ''الصلح جائز'' رقم /128 (یعنی صلح بہت بہتر چیز ہے) اسی طرح حدیث شریف میں ہے۔

''عن أبی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الصلح جائز بين المسلمين الا صلحاً أحلّ حراماً أو حرّم حلالاً''(۱)

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے۔ سوائے اس صلح کے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کردے۔''

القصاص فی الأطراف

اطراف سے مراد انسان کے اعضاء ہیں کوئی آدمی کسی دوسرے کو زخمی کردے یا اس کے ہاتھ، کان، دانت وغیرہ توڑ دے لیکن مضروب فوت نہ ہو تو ضارب سے قصاص یا

(۱) سنن ابو داؤد، ح:۳۴۹۴ والترمذی، ح:۱۳۵۲ وابن ماجه، ح:۲۳۵۳

دیت لی جائیگی۔ بشرطیکہ ضارب اور مضروب مسلمان ہوں اور غلام نہ ہوں۔ فقہاء اس مسئلہ میں درج ذیل اُدلہ سے استدلال کرتے ہیں۔

① سورۃ المائدہ میں مذکور ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاص﴾(المائدہ:٥/٤٥)

''ہم نے (یہودیوں پر تورات میں) یہ حکم مقرر کردیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بھی قصاص ہے۔''

نوٹ: مذکورہ احکام بنی اسرائیل سے متعلق ہیں لیکن حدیث کی رو سے (شرع من كان قبلنا هو شرع لنا) الحدیث اگر وہ احکام منسوخ نہ ہوں تو وہ احکام اسلام میں بھی قابل عمل ہیں۔ اور اس آیت میں بیان کردہ احکام غیر منسوخ ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ الربیع بنت النضر رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کے سامنے والے دانت توڑ دے۔ اُھل الربیع دیت دینے کو تیار ہوئے۔ لیکن اس عورت کے اولیاء نے قصاص کا مطالبہ کردیا۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس الربیع کا بھائی انس بن النضر رضی اللہ عنہ آیا اور دانت نہ توڑے جانے سے متعلق حلفیہ کہا کہ "والذی بعثك بالحق لا تكسر ثنيتها" کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر معبوث فرمایا ہے کہ الربیع کے دانت نہیں توڑے جائینگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا (یا انس کتاب اللہ القصاص) کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو قصاص ہے۔ بعد میں عورت کے اولیاء نے الربیع کو معاف کردیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ اللہ کی قسم ڈال دیں تو اللہ اسے پوری کردیتا ہے۔(۱)

(۱) البخاری، ح:۲۷۰۳ وسنن ابوداؤد، ح:٤٥٩٥ واحمد، ح:١٢٧٠٤

② سورۃ البقرہ میں ہے:

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾

(البقرہ:۲/۱۹٤)

''جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کی مثل زیادتی کرو جو تم پر کی گئی ہے او اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔''

③ سورۃ الشوریٰ میں ہے: ﴿جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ (الشوری:٤٠)

''اور برائی کا بدلہ اس جیسی برائی (برے عمل) کے ساتھ ہے۔''

نوٹ: قصاص لینا کوئی برائی نہیں ہے۔ لیکن مساوات کی وجہ سے اسے بھی برائی کہا گیا ہے۔

④ سورۃ النحل میں ہے: ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ (النحل:١٢٦)

''اور اگر تم بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہے۔''

اس آیت میں بدلہ لینے کی اجازت ہے بشرطیکہ تجاوز نہ ہو۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی اس حکم پر عمل جاری وساری رہا۔

نوٹ: اگر کسی آدمی نے دوسرے کو عمداً زخمی کیا تو زخموں کے بدلے قصاص لینے سے متعلق یہ ضروری ہے کہ ضارب کا وہی عضو مضروب کے عضو کے برابر اور مساوی ہو اور اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہو۔ اگر ضارب کا عضو مضروب کے عضو کے مساوی نہ ہو تو قصاص نہیں لیا جائیگا۔ بلکہ اسے دیت ادا کرنی ہوگی۔

****......****

ثانیاً: قتل شبہ العمد:

شبہ العمد میں قاتل کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن تربیت کی خاطر کسی دوسرے کو معمولی مار پیٹ کرنا چاہتا ہے یا ایک بالغ انسان کسی دوسرے کو عصا سے سزا دیتا ہے یا ہاتھ ہی سے مارتا ہے یا مضروب کے سر پر کوئی چیز مارتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں مضروب مرجاتا ہے تو یہ قتل شبہ العمد کہلاتا ہے۔ لیکن مالکیہ اسے قتل عمد ہی شمار کرتے ہیں چنانچہ اس کے جملہ احکام قتل عمد کے تحت ہی مذکور ہیں۔

شبہ العمد کی عقوبات

قتل شبہ عمد میں قاتل کی سزا تین طرح کی ہے۔

① گناہ کبیرۃ کا مرتکب ہونا، اللہ تعالیٰ نے کسی کو ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الاسراء میں ہے: قولہ تعالیٰ

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الاسراء: ۳۳/۱۷)

''اور کسی جان کو جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے ہرگز ناحق قتل نہ کرو۔''

② قاتل کے عاقلہ دیت مغلظۃ ادا کریں گے۔ عاقلہ قاتل کے باپ کی طرف سے خونی رشتہ دار ہیں۔ مثلاً قاتل کے بھائی اور چچا اور ان کی اولاد۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

۱ ''عن المغيرة شعبة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قضىٰ في المرأة بديتها على عصبة القاتلة'' (۱)

''مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی دیت قاتل کے عصبۃ پر مقرر کی تھی۔''

۲ ''عن ابي هريرة رضي الله عنه ان رسول صلى الله عليه وسلم قضىٰ في امرأة هذيل أن دية جنينها غرة عبدٍ أو وليدةٍ وقضىٰ بدية المرأة على عاقلتها'' (۲)

(۱) النسائي، ح: ۴۸۲۱ واحمد، ح: ۱۸۱۳۸ ابن ماجه، ح: ۲۶۳۳ والطبراني، ح: ۹۷۸

(۲) البخاري، ح: ۶۹۰۴ ومسلم، ح: ۱۶۸۱

''ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہذیل قبیلہ کی عورت کے جنین کی دیت ایک غلام یا لونڈی مقرر فرمائی اور عورت کی دیت قاتلہ کے عاقلہ پر مقرر فرمائی۔''

قاتل کے عاقلہ کو 100 اونٹ دیت ادا کرنی ہوگی اور ان میں سے 40 اونٹیاں حاملہ ہونگی۔ اور یہ دیت تین سالوں میں قسط وار ادا کی جائیگی اور اگر وہ ایک ہی قسط میں کرنا چاہیں تو جائز ہے۔

اگر قاتل کے عاقلہ موجود نہ ہوں تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائیگی۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

"أنا وارث من لا وارث له اعقل عنه وأرثه"(۱)

''یعنی آپ ﷺ نے فرمایا اگر کسی متوفی کا کوئی وارث نہ ہو تو میں (بیت المال) اس کا وارث ہونگا۔ اور (عصبہ کی غیر موجودگی میں) قاتل کی دیت ادا کرونگا۔''

③ کفارۃ:

قتل شبہ عمد میں قاتل کو کفارۃ ادا کرنا ہوگا وہ اس طرح کہ ایک مومن غلام یا لونڈی کو آزاد کرے جو ہر طرح کے عیوب سے پاک ہو۔ اور اگر غلام موجود نہ ہو اور نہ ہی غلام خرید کر آزاد کرنے کی طاقت ہو تو وہ دو ماہ متواتر روزے رکھے گا۔ اگر بغیر عذر کے اس نے روزہ چھوڑا تو وہ نئے سرے سے روزے پورے کرے گا۔ حتی کہ سفر کے بہانہ سے بھی وہ روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن حیض والی عورت حیض کے ایام چھوڑ کر روزے مکمل کرے گی۔

اس کی دلیل سورۃ النساء میں ہے۔ قولہ تعالی:

﴿وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾(النساء: ٩٢/٤)

(۱) ابو داؤد، ح:٢٨٩٩ وابن ماجه، ح:٢٧٣٨ واحمد، ح:١٧٢٤٣

"اگر مقتول اس قوم سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد و پیمان ہے۔ تو اولیاء مقتول کو دیت ادا کرنی ہے اور ایک مسلمان غلام کو آزاد بھی کرنا ہے۔ پس جو غلام نہ پائے تو اس کے ذمہ دو ماہ کے لگا تار روزے ہیں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے کیلئے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

ثالثاً: قتل خطاء: (القتل الخطاء)

ایک بالغ آدمی کسی دوسرے شخص کو نہ تو قتل کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی اسے مار پیٹ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن غلطی سے ضرب لگنے سے وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اسے قتل خطاء کہتے ہیں۔ مثلاً ایک شکاری سے غلطی سے کسی پر فائر لگ جاتا ہے اور وہ فوت ہو جاتا ہے یا اچانک گاڑی کے حادثہ میں گاڑی الٹنے سے کوئی فوت ہو جاتا ہے۔

قتل خطاء کی عقوبات:

قتل خطاء میں قاتل دو طرح کی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

① دیت مخففۃ:

یہ دیت قاتل کے عاقلہ تین سال کی مدت کے دوران ادا کرینگے۔ اور یہ پانچ گروپوں پر مشتمل ہوگی یعنی اونٹوں میں سے 20 بنت مخاض، 20 ابن مخاض، 20 بنت لبون، 20 حقہ اور 20 جذعۃ ادا کرنا ہوں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

"عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ دية الخطاء عشرون حقه وعشرون جذعة وعشرون بنت لبون وعشرون بنت مخاض وعشرون بني مخاض"(۱)

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا، قتل خطاء کی دیت

(۱) سنن ابو داؤد، ح:٤٥٤٥ وسنن ابن ماجه، ح:٢٦٣١ والموطا، ح:٣١١

20 حقہ اور 20 جذعۃ اور 20 بنت لبون اور 20 بنت مخاض اور 20 ابن لبون ہے۔"

١ بنت مخاض اور ابن مخاض: ان کی عمر ایک سال کی ہوتی ہے اور دوسرے سال میں داخل ہو جاتے ہیں۔

٢ بنت لبون: اس کی عمر 2 سال ہوتی ہے اور تیسرے سال میں داخل ہو جاتی ہے۔

٣ حقہ: اس کی عمر 3 سال ہوتی ہے اور چوتھے سال میں داخل ہو جاتی ہے۔

٤ جذعۃ: اس کی عمر 4 سال ہوتی ہے اور پانچویں سال میں داخل ہو جاتی ہے۔

دور حاضر میں اونٹوں کی عدم موجودگی میں لوکل کرنسی میں دیت ادا کی جاسکتی ہے۔ مثلاً المملکۃ العربیۃ السعودیۃ میں ان دنوں کامل دیت ایک لاکھ ریال مقرر ہے۔

② کفارۃ: قتل خطاء میں قاتل کو کفارہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ جو قتل شبہ عمد کی بحث میں سورۃ النساء آیت نمبر ٩٢ کے تحت مفصلاً مذکور ہے۔ یعنی غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہوگی۔ مجبوری کی حالت میں دو ماہ کے مسلسل لگاتار روزے رکھنا ہوں گے۔

زخمی اعضاء کا قصاص

جمہور کے نزدیک اعضاء اور زخموں کا قصاص اس وقت تک نہیں لیا جائیگا۔ جب تک وہ شفایاب نہ ہو جائیں۔ کیونکہ ان زخمی اعضاء کی وجہ سے بدن کا کوئی حصہ متاثر ہوسکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ زخموں کی وجہ سے مجروح آدمی فوت ہو جائے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

"عن جابر رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهى أن يستقاد من الجارح حتى يبرأ المجروح"(١)

"یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم کی شفایاب ہونے سے پہلے قصاص لینے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے۔"

(١) الدار قطنی، ح: ٣١١٥

"عن عمرو بن شعب عن ابیه عن جده أن رجلاً طعن رجلاً بقرن فی رکبته، فجاء الی النبی ﷺ فقال : أقدنی:فقال حتی تبرأ ثم جاء الیه فقال أقدنی فأقاده ثم جاء الیه فقال یارسول الله عرجت، قال قد نهیتك فعصیتنی فأبعدك الله وبطل عرجك ثم نهی رسول الله ﷺأن یقتص من جرح حتی یبرأ صاحبه"(۱)

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے گھٹنوں پر ہڈی مار کر زخمی کردیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف شکایت لے کر آیا اور کہا مجھے قصاص دلایا جائے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ صحت یاب ہونے کے بعد لیا جائیگا۔وہ دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ مجھے قصاص دلایا جائے تو آپ ﷺ نے اسے قصاص دلایا۔اس کے بعد پھر حاضر ہوا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں تو زخم کی وجہ لنگڑا ہوگیا ہوں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تجھے منع کیا تھا لیکن تو نے میری بات نہ مانی۔تیرا لنگڑا پن اللہ نے باطل قرار دے دیا ہے۔پھر آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ زخم کے شفایاب ہونے سے قبل قصاص نہ لیا جائیگا۔''

المغنی، ج:۷۲۷/۲، حاشیه الدسوقی، ج:۲۵۳/٤

****.....****

(۱) الدارقطنی، ح:۳۱۱٥

الدیۃ (دیت کے احکام)

لغوی معنی: دیت عربی کلمۃ ہے اس کا اصل وَدیٰ یَدِی دَیۃً باب فعل یفعل سے ہے۔ دیۃ اصل میں (ودیٰ) ہے۔ پھر واہ کو حذف کر کے اس کے بدلے کلمۃ کے آخر میں (ہ) لگا دیتے ہیں۔ اس طرح یہ دیۃ ہو گیا۔ اور اس کی جمع دیات آتی ہے۔

اصطلاحی معنی: دیت اس مال کو کہتے ہیں جو مقتول کے اولیاء کو خون کے بدلے دیا جاتا ہے۔ دیت کو عقل بھی کہتے ہیں۔ جاہلیت میں اگر کوئی آدمی دوسرے کو قتل کر دے تو وہ مقتول کے اولیاء کے گھر کے ضمن میں اونٹ لاتا اور انہیں عقال سے باندھ دیتا تا کہ وہ مقتول کے اولیاء کو ادا کرے پھر کثرت استعمال کی وجہ دیت کو عقل بھی کہا جاتا ہے۔

حکم دیت

اسلام میں دیت ادا کرنا جائز ہے جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے۔ قولہ تعالیٰ:

﴿وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا﴾ (النساء: ٩٢/٤)

"یعنی جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے مار ڈالے۔ تو مقتول کے عزیزوں کو دیت (خون بہا) ادا کرنا ہے۔

اس پر ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے اور مقتول کے اولیاء کو دیت ادا کرنا ہے۔ اس سے متعلق بہت سی احادیث بھی موجود ہیں۔

① "عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من قتل له قتيلاً فهو بخير النظرين اما أن يفتدی اما ان يقتل"(١)

(١) البخاری، ح: ٦٨٨٠ ومسلم، ح: ١٣٥٥

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کا کوئی (عزیز) قتل کر دیا جائے تو اسے دو طرح کے اختیار ہیں یا تو وہ دیت لے لے یا اس سے قصاص لے۔''

② دیت کے معاملے میں عمرو بن حزم کی مشہور حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے اہل یمن کے لیے لکھا تھا۔ اس میں مذکور ہے۔

"ان رسول اللہ ﷺ کتب الی أهل الیمن کتاباً فیه الفرائض والسنن والدیات وکان فی کتابه ان من اغتبط مؤمناً قتلاً عن بینة فانه قود الاان یرضی أولیاء المقتول وان فی النفس الدیة مأة من الابل"(۱)

یعنی جو کسی مومن کو بغیر حق کے قتل کر دے اور وہ ثابت ہو جائے تو اس پر قصاص واجب ہے لیکن اگر اولیاء مقتول دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو اس کی دیت 100 اونٹ ہیں۔

دیت کون ادا کریگا

دیت دو طرح کی ہے۔

ا۔ جو صرف قاتل کے مال سے ادا کی جائیگی۔

اگر قاتل نے مقتول کو عمداً قتل کیا ہوا اور اولیاء مقتول دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو دیت قاتل کے ذاتی مال سے ادا کی جائیگی۔ اور اس کے عاقلہ دیت ادا نہیں کرینگے۔

۲ دیت جو قاتل کے عاقلہ ادا کرینگے۔

جب قتل شبہ عمد یا قتل خطاء ہو تو دیت قاتل کے عاقلہ ادا کرینگے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(۱) البیھقی، ح:۳۰۱۷ والنسائی، ح:۴۸۵۳

"عن هُرَيْرَةَ ؓ ان امرأتين مِنْ هُذَيْلٍ اقْتَتَلَتَا فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا فَقَضَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا"(۱)

"حضرت ابو ہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ ہذیل قبیلہ کی دو عورتوں کی لڑائی کے دوران ایک نے دوسری کو پتھر مارا جس سے وہ اور اس کا حمل فوت ہوگیا۔ تو آپ ﷺ نے قاتلہ کے عاقلہ کو دیت ادا کرنے کا فیصلہ صادر فرمایا۔"

دیت کی اقسام: (انواع الدیۃ)

دیت کی دو اقسام ہیں

① مقتول کی دیت ② انسان کے زخمی اعضاء کی دیت

اولاً: مقتول کی دیت کی دو قسمیں ہیں۔

(ا) دیت مخففۃ (ب) دیت مغلظۃ

(ا) دیت مخففۃ:

اللہ تعالیٰ نے دیت مخففہ قاتل پر قتل خطاء میں مقرر کی ہے۔ جو ایک آزاد مسلمان آدمی کی دیت اونٹ والوں پر 100 اونٹ ہیں اور گائیوں کے مالکوں پر 200 گائیں ہیں اور بھیڑ بکریوں والوں پر 1000 بھیڑ یا بکری ہیں اور اَھل ذھب پر 1000 دینار اور چاندی کے مالکوں پر 12000 درہم ہیں۔ ان کی دلیل درج ذیل ہیں۔

۱ "عن جابر ؓ بأنه فرض رسول الله ﷺ على أهل الابل مأة من الابل وعلى أهل البقرة مأتى بقرة وعلى أهل الشاة الفئى شاة"(۲)

۲ "عن ابن عباس ؓ ان رجلاً قُتل فجعل النبى ﷺ ديته اثنى عشر الف درهم"(۳)

(۱) البخاری، ح:۶۹۱۰ ومسلم، ح:۱۶۸۱

(۲) سنن النسائی، ح:۴۵۴۳

(۳) ابو داؤد، ح:۴۵۴۶ والترمذی، ح:۱۳۸۹ والنسائی، ح:۴۸۰۴ والبیهقی، ح:۱۵۹۶

۳ عمرو بن حزم کی طویل حدیث میں مذکور ہے"وعلی اهل الذهب الف دینار"(۱)
دیت مخففہ میں پانچ قسم کے اونٹ ادا کرنے ہونگے یعنی (20 حقة) اور (20 جذعة)
اور (20 بنت لبون) اور (20 بنت مخاض) اور (20 ابن مخاض)
نوٹ: ان کی تفصیل قتل خطاء کی بحث میں مفصل بیان کی گئی ہے۔

(ب) دیت مغلظة: دیت مغلظة قاتل پر قتل شبہ عمد میں مقرر کی گئی ہے۔ جو کہ 100 اونٹ ہیں اور ان میں سے 40 حاملہ ہوں۔ جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے۔

۱ "عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال: ألا ان فی قتیل العمد الخطأ قتیل السوط والعصا مأة من الابل منها أربعون خلفة فی بطونها أولادها"(۲)

"عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قتل شبہ عمد جو کوڑا یا لاٹھی سے واقع ہوتا ہے۔ اس کی دیت 100 اونٹ ہیں ان میں سے 40 حاملہ ہوں۔"

۱ "عن عقبة بن أوس عن رجل من الصحابة أنه ﷺ قال: ألا ان قتل خطأ العمد بالسوط والعصا والحجر ففیة دیة مغلظة مأة من الابل أربعون ثنیة الی بازل عامها کلهن خلفة"(۳)

"عقبة بن أوس سے مروی ہے وہ صحابہ میں سے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قتل شبہ عمد، کوڑا، لاٹھی یا پتھر کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس کی دیت 100 اونٹ ہیں جن میں سے 40 ثنیة اور بازل عام ہوں اور وہ حاملہ ہوں۔

ثنیة: اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی عمر 5 سال ہو اور وہ چھٹے سال میں داخل ہو جائے۔

---

(۱) سنن النسائی، ح:۴۸۵۳
(۲) النسائی، ح:۴۷۹۹ وأحمد، ح:۴۵۸۳ وابن ماجه، ح:۲۶۲۷
(۳) ابو داؤد، ح:۴۵۴۷ والنسائی، ح:۶۹۶۹ وابن ماجه، ح:۲۶۲۷

بازل: اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی عمر 8 سال ہو اور وہ نویں سال میں داخل ہو جائے۔

اس کے بعد کی عمر والے کو بازل عام اس سے بڑے کو بازل عامیں کہتے ہیں۔

خلفۃ: حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔

عورت کی دیت: (دیۃ المرأۃ)

جمہور فقہاء کے نزدیک قتل خطا میں عورت کی دیت آدمی کی دیت سے آدھی ہے جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

"دیة المرأة نصف دیة الرجل"(١)

''یعنی عورت کی دیت آدمی کی دیت سے آدھی ہے۔''

اسی طرح حضرت عمر بن الخطاب، علی، ابن مسعود اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ "دیة المرأة نصف دیة الرجل" کسی دوسرے صحابی سے اس کا انکار بھی ثابت نہیں گویا کہ سب صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے۔ لیکن قتل عمد میں مرد اور عورت کے قصاص میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حمل کی دیت: (دیۃ الجنین)

اگر کسی حاملہ عورت کو عمداً یا خطاء مارا پیٹا گیا اور اس کا حمل زندہ ساقط ہوا اور پھر فوت ہو گیا اگر وہ مذکر ہے تو اس کی دیت 100 اونٹ ہے اور اگر وہ اُنثی ہے تو اس کی دیت 50 اونٹ ہے۔ حمل کی زندگی اس کے رونے یا چھینکنے یا سانس جاری ہونے سے ثابت ہوگی۔ لیکن اگر اس کا حمل مردہ ساقط ہو تو اس کی دیت ایک غلام یا لونڈی ہے جیسا کہ ھذیل قبیلہ کی دو عورتوں کی لڑائی والی حدیث میں مذکور ہے جسے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث پچھلی بحث میں گزر چکی ہے۔

اگر حاملہ عورت فوت ہو گئی اور حمل ساقط نہیں ہوا تو حمل کی کوئی دیت نہیں ہے۔

(١) البیهقی، ح:١٦٣٠٥

نوٹ: موجودہ دور میں غلاموں کی عدم دستیابی کی وجہ سے فقہاء نے غرہ یعنی غلام کی قیمت 5 اونٹ کے برابر مقرر کی ہے یعنی کامل دیت کا بیسواں حصہ یا اونٹوں کے برابر کوئی بھی موجودہ کرنسی ادا کی جا سکتی ہے۔

ثانیاً: انسان کے زخمی اعضاء کی دیت:

ہر انسان کے اعضاء کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً ایک ناک اور ایک زبان اس کے ساتھ ساتھ دو ہاتھ دو پاؤں دو آنکھیں اور دو پستان ہیں اور بعض اعضاء کی تعداد دو سے زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں اور دانت وغیرہ۔ اگر کسی انسان نے دوسرے انسان کے ان اعضاء کو عمداً تلف کر دیا یا کسی عضو کی صلاحیت کو ختم کر دیا تو ان میں قصاص ہے۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ میں مذکور ہے۔ قولہ تعالیٰ:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾(المائدہ:۵/۴۵)

''اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب پر (توراۃ میں) کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے قصاص ہے۔''

نوٹ: گو یہ احکام بنی اسرائیل کے لیے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان میں کوئی ترمیم نہیں کی ہے چنانچہ یہ احکام امت محمد ﷺ کے حق میں بھی نافذ العمل ہیں۔ اگر کسی کا کوئی عضو کاٹا گیا ہو یا اس کی صلاحیت غلطی سے ضائع ہوگی ہو تو اس میں دیت ہے۔

اولاً: وہ اعضاء جن کی پوری دیت ادا کی جائیگی۔

۱۔ جسم کے اعضاء کے جوڑا کو کاٹنے پر پوری دیت ادا کرنا ہوگی۔ مثلاً دو کان، دو ہاتھ، دو پاؤں اور عورت کے دونوں پستان اور دو آنکھیں وغیرہ کاٹنے پر پوری دیت ادا کرنا ہوگی۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے جو عمرو بن حزم کی کتاب میں موجود

ہے اور اسے پوری امت نے قبول کیا ہے۔ اس میں یہ ہے۔(فی العینین دیة و فی الیدین دیة وفی الرجلین دیة وفی الشفتین دیة وفی الأذنین دیة وفی الأنثیین دیة) یعنی دو آنکھیں دو ہاتھ، دو پاؤں اور دو ہونٹوں، دو کان اور دو خصیتیں میں پوری دیت ہے۔

۲۔ اگر جسم میں ایک ہی عضو ہو تو اس کے کاٹنے پر بھی پوری دیت دینا ہوگی۔ مثلاً ناک، بولنے والی زبان، آدمی کا عضو تناسل وغیرہ کو کاٹنے پر پوری دیت ہے۔

۳۔ کسی عضو کی صلاحیت ختم ہونے پر پوری دیت ہے مثلاً سماعت بصارت اور سونگنے کی صلاحیت ختم ہونے پر اور آواز کے ختم ہونے پر پوری دیت ہے۔

۴۔ اگر کسی نے دوسرے آدمی کے سارے دانت توڑ دے تو اس میں پوری دیت ہے۔ اسی طرح کسی اعور (ایک آنکھ والا) کی آنکھ کو ضائع کرنے پر پوری دیت ہے۔

۵۔ کسی کے بیٹھنے یا اٹھنے کی صلاحیت ختم ہونے پر پوری دیت ہے۔ اسی طرح کسی کی جماع کی قوۃ ختم ہونے پر پوری دیت ہے۔

ثانیاً: وہ اعضاء جن کی آدھی دیت ادا کرنا ہوگی۔

ا۔ آدمی کے جسم میں دو اعضاء میں سے ایک کو ضائع کرنے سے آدھی دیت دینا ہوگی۔ مثلاً ایک آنکھ، ایک کان، ایک ہونٹ، ایک ہاتھ، ایک پاؤں وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ ایک کان کی سماعت ضائع ہونے یا ایک آنکھ کی بصارت ضائع ہونے پر آدھی دیت ہوگی۔

ثالثاً: وہ اعضاء جن کی دیت دس اونٹ ہیں۔

ہاتھوں اور پیروں کی دس دس انگلیوں میں سے ایک کاٹنے سے ہر انگلی پر 10 اونٹ دیت ہے۔ انگوٹھا اور دوسری انگلیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اگر انگلی کا ایک پوٹا ضائع ہو جائے تو اس میں انگلی کی ایک تہائی (1/3) دیت ہوگی لیکن انگوٹھے کا ایک پوٹا ضائع کرنے پر انگلی کی آدھی دیت ہوگی۔

ان کی دلیل عمرو بن حزم کی کتاب الدیات میں موجود ہے "في كل اصبع من أصابع اليد والرجل عشر من الابل"

رابعاً: وہ اعضاء جن کی 5 اونٹ بطور دیت ادا کرنا ہونگے۔

انسان کے دانتوں میں سے اگر ایک دانت توڑ دیا جائے چاہیے وہ داڑھ ہو اس پر 5 اونٹ دیت ہوگی۔ اس کی دلیل حضرت عمر بن شعیب وہ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"في اصبع عشر من الابل وفي كلّ سن خمس من الابل والاصابع سواء والاسنان سواء"(۱)

نوٹ: اگر کسی چھوٹے بچے کا دانت توڑ دیا گیا ہو اور دوبارہ نکل آیا ہو تو اس میں کوئی دیت نہیں ہے۔

عورت کے زخموں کی دیت

عورتوں کے زخموں کی دیت کے بارے میں فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

① مالکیۃ اور حنابلہ کے نزدیک عورت کے زخموں کی دیت مرد کے زخموں کی طرح ہی ہے۔ بشرطیکہ وہ مرد کی کامل دیت کی تہائی (1/3) تک ہو۔ اگر عورت کے زخموں کی دیت ایک تہائی سے زیادہ ہوگی تو مرد کی آدھی دیت کی مستحق ہوگی مثلاً اگر عورت کی ایک انگلی کاٹ دی گئی تو اس کی دیت 10 اونٹ ہیں۔ اور اگر دو انگلیاں کاٹی گئیں تو ان کی دیت 20 اونٹ ہیں اور اگر تین انگلیاں کاٹ دی گئیں تو ان کی دیت 30 اونٹ ہوگی۔ اور اگر اس کی چار انگلیاں کاٹ دی گئیں تو اس کی دیت صرف 20 اونٹ ہوگی۔ اور وہ درج ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) البخاري، ح:٦٨٩٥ وابوداؤد، ح:٤٥٥٩ واحمد، ح:٦٧١١

زخموں کی دیت کا ذکر نہیں ہے۔ان کی دیت ایک عادل قاضی مقرر کریگا جس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

وہ چوٹیں یا زخم جن کی دیت شریعت میں مقرر ہے وہ درج ذیل ہیں۔

① **الموضحۃ:** اس ضرب میں سر کی ہڈی ظاہر ہو جاتی ہے۔لیکن ٹوٹتی نہیں ہے۔اس کی دیت 5 اونٹ ہے۔ اس کا تذکرہ عمرو بن حزم کی کتاب الدیات میں مذکور ہے۔''فی المواضح خمس من الابل''

② **الھاشمۃ:** یہ ضرب سر کی ہڈی کو توڑ دیتی ہے۔اس کی دیت 10 اونٹ ہیں جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ أن النبی ﷺ أوجب فی الھاشمۃ عشر من الابل(۱)

③ **المنقلۃ:** یہ ضرب سر کی ہڈی کو توڑ کر اسے اپنی جگہ سے الگ کر دیتی ہے۔اس کی دیت 15 اونٹ ہے جیسا کہ عمرو بن حزم کی کتاب الدیات میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا''وفی المنقلۃ خمس عشر من الابل''۔

④ **المامومۃ:** اسے الآمۃ بھی کہتے ہیں۔ یہ چوٹ سر کی ہڈی کو توڑ کر دماغ کے اوپر والی جلد (جھلی) تک پہنچ جاتی ہے۔اس کی دیت کامل دیت کا ثلث یعنی ایک تہائی ہے۔ جیسا کہ عمرو بن حزم کی کتاب الدیات میں مذکور ہے''وفی المامومۃ ثلث الدیۃ''۔

⑤ **الدامغۃ:** یہ چوٹ سر کی ہڈی کو توڑ کر دماغ کی جھلی یعنی اوپر والی جلد کو پھاڑ دیتی ہے۔اور دماغ تک پہنچ جاتی ہے اس کی دیت بھی کامل دیت کی ایک تہائی ہے۔

ثانیا: سر کی وہ چوٹیں جن کی دیت مقرر نہیں ہے اور دور حاضر میں اس کے علاج کے جملہ اخراجات ضارب ادا کرے گا یہاں تک کہ مضروب شفایاب ہو جائے۔علاج کے

(۱) البیھقی، ح:۱۵۹۸۲ والدارقطنی، ح:۳۵

علاوہ مضروب کے دیگر اخراجات بھی ضارب ادا کریگا۔ جن کا تعین شرعی عدالت کرے گی۔

① الحارصۃ: یہ چوٹ جلد کو کاٹتی نہیں اور نہ ہی اس سے خون رستا ہے۔

② **الدامیۃ**: اس چوٹ سے جلد کمزور ہو جاتی ہے اور پھٹتی نہیں ہے اور خون بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ حنابلہ اسے البازلۃ کہتے ہیں۔

③ **الباضعۃ**: یہ چوٹ گوشت کو کاٹ کر زخمی کر دیتی ہے۔

④ **المتلاحمۃ**: یہ چوٹ گوشت کو کاٹ کر ہڈی کے نزدیک پہنچ جاتی ہے۔

⑤ **السماق**: یہ چوٹ گوشت کو کاٹ دیتی ہے اس سے وہ جلد جو گوشت اور ہڈی کے درمیان ہوتی ہے وہ ظاہر ہو جاتی ہے۔ شافعیہ اسے الملطاۃ کہتے ہیں۔

الجراح اور اس کی تعریف:

یہ وہ زخم ہیں جو چہرے اور سر کے علاوہ باقی جسم پر واقع ہوتے ہیں یہ دو طرح کے ہیں۔

① الجائفۃ ② غیر الجائفۃ

① **الجائفۃ**: یہ چوٹ ہاتھوں اور پاؤں پر نہیں ہوتی بلکہ سینے، پیٹ یا کمر پر ہوتی ہے۔ اس طرح کہ وہ اندر تک چلی جاتی ہے۔ اس کی دیت کامل دیت کی ایک تہائی (1/3) ہے جیسا کہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی کتاب الدیات میں مذکور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الجائفۃ ثلث الدیۃ)۔

② **غیر الجائفۃ**: یہ چوٹ ہاتھ پاؤں اور گردن پر ہوتی ہے اور جسم کے اندر داخل نہیں ہوتی۔ اگر پسلی ٹوٹ گئی اور جڑ گئی تو اس کی دیت ایک اونٹ ہے۔ لیکن اگر بازو یا ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور پھر وہ جڑ گئی تو اس کی دیت دو اونٹ ہے۔ صحابہ اکرم رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے وہ اس پر فیصلے دیتے رہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی زخم ہو تو ایک عادل قاضی مناسب فیصلہ دے سکتا ہے۔

القسم الثالث: تعزیر

تعزیر

الحمد للہ شرعی سزاؤں کی بحث جو جرائم الحدود اور جرائم القصاص پر مشتمل تھیں اختتام پذیر ہوئیں۔ اس کے بعد یہ بہت مناسب ہے کہ اب ان جرائم سے متعلق لکھا جائے جن کی شریعت میں کوئی حد یا کفارہ مقرر نہیں ہے۔ یہ جرائم یا تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پامالی سے متعلق ہوتے ہیں یا کسی شریف مسلمان کی عزت نفس کو مجروح کرنے سے متعلق ہوتے ہیں۔ ان جرائم کی سزا کو تعزیر کہتے ہیں۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں۔

شریعت میں جرائم کی تین اقسام ہیں۔

① پہلی قسم میں وہ جرائم شامل ہیں جن کے مرتکب پر حد لگائی جاتی ہے اور حد کی بجائے کفارہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً چوری، زنا، قذف کی سزا وغیرہ وغیرہ۔

② دوسری قسم میں وہ جرائم شامل ہیں جن کے مرتکب پر حد نہیں لگائی جاتی بلکہ ان میں کفارہ ادا کیا جاتا ہے مثلاً احرام کی حالت میں اپنی بیوی سے وطئی کرنا یا روز . ے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرنا وغیرہ وغیرہ۔

③ تیسری قسم میں وہ جرائم شامل ہیں جن کے مرتکب پر نہ تو حد لگائی جاتی ہے اور نہ ہی کفارہ ادا کرنا ہوتا ہے بلکہ ان جرائم کی سزا ولی الامر کی صواب دید پر منحصر ہوتی ہے۔ مثلاً بغیر اضطراری حالت کے مردار یا خنزیر کا گوشت کھانا یا کسی مسلمان کو فاسق، فاجر کہنا وغیرہ وغیرہ۔

تعزیر کے لغوی اور شرعی معنی

لغوی معنی: لفظ تعزیر باب تفعیل (عَزَّرَ یُعَزِّرُ) کا مصدر ہے جس کے معنی کسی کو منع کرنا کے

ہیں۔ نیز یہ تعظیم اور حدود کے معنی میں بھی آیا ہے۔ جیسا کہ سورہ الفتح میں ہے کہ:

﴿لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ﴾ (الفتح:٩/٤٨)

"(اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد اور اس کا ادب کرو۔"

عام طور پر یہ کسی کو اس کے جرم پر اس کی اهانت اور تادیب کرنے کے معنی میں آتا ہے اور یہی معنی یہاں مراد ہے۔

شرعی معنی: تعزیر ان جرائم کی سزا سے متعلق ہے جن کی شریعت میں کوئی حد یا کفارہ مقرر نہیں ہے۔ ان جرائم کی سزا حاکم کی صواب دید پر منحصر ہوتی ہے۔

تعزیز کی مشروعیت:

کسی شخص کو تعزر کے ضمن میں سزا دینا شرعاً جائز ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ سے بھی ثابت ہے اور خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا ہے جیسا کہ درج ذیل دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔

① سورہ المائدہ میں ہے ﴿أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ﴾ (المائدہ:٥/٣٣)

"یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔" یہ لمبی آیت کا حصہ ہے۔

جب عکل اور عرینہ قبیلے کے کچھ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئے تھے اور انہیں مدینہ کی آب وہوا راس نہ آئی تو آپ ﷺ نے انہیں مدینہ سے باہر جہاں صدقے کے اونٹ تھے بھیج دیا اور فرمایا ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ چنانچہ جب وہ تندرست ہو گئے تو انہوں نے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں پکڑنے کے لیے آدمی بھیجے جو انہیں اونٹوں سمیت پکڑ لائے۔ چونکہ انہوں نے چوری کی تھی اور چرواہے کو قتل بھی کیا تھا اور ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں

پھیر دیں۔ کیونکہ چرواہے کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔(۱)

اس آیت میں خلیفہ وقت کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جو سزا مناسب سمجھے دے۔ چنانچہ وہ انہیں جلاوطن بھی کرسکتا ہے بشرطیکہ انہوں نے کسی کو قتل نہ کیا ہو اور نہ ہی مال چوری کیا ہو اور نہ ہی ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہو۔

1 "عن بهز بن حكيم رضی اللہ عنہ قال: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حبس رجلا في تهمة ثم خلى سبيله"(۲)

"بہز بن حکیم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت کی وجہ سے حقیقت جاننے کے لیے وقتی طور پر اسے قید کیا تھا پھر اسے چھوڑ دیا۔"

3 "قد ثبت انه اتي النبي بمخنث قد خضب يديه ورجليه بالحناء، فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ما بال هذا؟ قالوا يتشبه بالنساء، فامر به فنفي الى البقيع" (۳)

"ایک دفعہ اللہ کے رسول کے پاس ایک مخنث (ہجڑا) کو لایا گیا اس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگائی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اسے کیا ہوا ہے۔ صحابہ نے بتایا یہ عورتوں سے مشابہت کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مدینہ منورہ سے باہر البقیع کے علاقہ کی طرف دربدر کر دیا تھا۔"

4 "ثبت عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ كان يعزر ويؤدب بحلق الرأس والنفي والضرب واتخذ داراً للسجن وتبعه عثمان وعلي رضی اللہ عنہما"

"یہ ثابت شدہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجرم کو اس کا سر مونڈ کر شہر سے دربدر کر کے کوڑوں کے ذریعے تعزیر لگایا کرتے تھے۔ بعد میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی اس پر عمل کیا تھا۔"

(۱) البخاری، ح:۲۳۳ ومسلم، ح:۱۶۷۱ وابو داؤد، ح:٤٣٦٤ والنسائی، ح:۳۰۵
(۲) جامع الترمذی، ح:۱٤۱۷ وسنن النسائی، ح:٤٨٧٦
(۳) سنن ابو داؤد، ح:٤٩٢٨

5 "سئل عن علی رضی اللہ عنہ عن قول الرجل للرجل یا فاسق، یا خبیث فقال هن فواهش، فیهن التعزیر لیس فیهن حد"

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کے متعلق پوچھا گیا جو دوسرے مسلمان بھائی کو فاسق اور یا خبیث کہتا ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ فواحش ہیں ان کے کہنے پر تعزیر لگائی جائے گی، ان میں حد نہیں ہے۔''

حکم التعزیر

تعزیر سے متعلق فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

احناف اور شافعیہ کے نزدیک اگر کوئی آدمی دینی حرمات کی پامالی کرتا ہے تو اسے تعزیر لگانا حق اللہ ہے اور یہ ولی الامر کی ذمہ داری ہے لیکن ولی الامر کو اختیار ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر چاہے تعزیر لگائے یا اسے معاف کر دے۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔

"عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ جاء رجل الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی لقیت امرأة فأصبت منها ما دون أن أطأها، فقال أصلیت معنا؟ قال: نعم فتلا علیه ﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (هود:١١/١١٤) (١)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں ایک عورت سے ملا اور اس سے زنا کے علاوہ مصاحبت کی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی 'یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔''

بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا ہو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تعزیر نہیں لگائی تھی۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(١) صحیح البخاری ح:٥٢٦ وصحیح مسلم، ح:٧٠٠١ واحمد، ح:٤٢٥٠

"اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم الا فی الحدود"(۱)

"آپ ﷺ نے فرمایا: شریف النفس اشخاص کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ لیکن حدود کے بارے میں انہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔"

امام ابوحنیفہ اور امام الشافعی مزید کہتے ہیں کہ اگر اس کے جرم سے حقوق العباد کی پامالی ہوتی ہے اور صاحب حق نے اسے معاف نہیں کیا تو ولی الامر کو بھی اسے معاف کرنے کا حق نہیں ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر جرم سے حقوق اللہ یا حقوق العباد کی پامالی ہوتی ہے تو ولی الامر کو اسے معاف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے تعزیر ولی الامر یا اس کا مقرر کردہ نائب لگائے گا۔

مقدار التعزیر

تعزیر ہمیشہ جرم کے لحاظ سے لگائی جاتی ہے اور اس کی تعیین ولی الامر کے اجتہاد سے متعلق ہوتی ہے۔ کم از کم تعزیر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔ کوڑوں سے تعزیر لگائی ہو تو یہ کم از کم ۳ کوڑوں یا اس سے کم بھی ہو سکتی ہے، کبھی زبانی طور پر بھی تعزیر لگائی جا سکتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ صحابہ کو زبانی طور پر بھی تنبیہ کیا کرتے تھے ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: "انك امرء بك جاھلیة"(۲)

"اے ابوذر تم میں جاہلیت والی خصلت موجود ہے۔"

اسی طرح حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: "انك فتان یا معاذ"(۳)

"اے معاذ تم فتنے باز ہو۔"

"عن بھز بن حکیم رضی اللہ عنہ قال: ان النبی ﷺ حبس رجلا فی تھمة ثم

(۱) سنن ابوداؤد، ح:٤٣٧٥ والنسائی، ح:٧٢٥٣ والبیھقی، ح:١٧٢٢٩

(۲) صحیح البخاری، ح:٣٠

(۳) صحیح البخاری، ح:٦١٠٦ وصحیح مسلم، ح:٤٦٥

خلی سبیله" (۱)

"حضرت بہز بن حکیم سے مروی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک آدمی کو تہمت کی وجہ سے قید کیا تھا پھر اسے چھوڑ دیا۔"

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کم از کم تعزیر کی مقدار مقرر نہیں ہے۔

اقصیٰ (یعنی زیادہ سے زیادہ) تعزیر کے معاملہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ کس قدر تعزیر لگائی جاسکتی ہے۔

حنابلہ کے نزدیک ۱۰ کوڑوں سے زیادہ سزا نہیں دینی چاہیے وہ حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

"عن بهز بن حكيم رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ لا تجلدوا فوق عشر اسواط الا في حدٍ من حدود الله"(۲)

"شرعی حدود کے علاوہ تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہ دی جائے۔"

حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ کے نزدیک تعزیر کی کوئی اقصیٰ حد مقرر نہیں ہے۔ تعزیر دس کوڑوں سے زیادہ بھی لگائی جاسکتی ہے لیکن جرم کی نوعیت کی نسبت سے شرعی حدود کی مقرر کردہ تعداد سے تعزیر کی سزا کم ہونی چاہیے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

"من بلغ حداً في غير حدٍ فهو من المعتدين"(۳)

"جس نے تعزیر میں شرعاً مقرر کردہ حد کے برابر سزا دی تو وہ ظالم ہے۔"

مثلاً شراب کی سزا ۴۰ کوڑے ہے۔ تو تعزیر میں چالیس کوڑوں سے ایک کوڑا کم لگایا جائے گا یعنی ۳۹ کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے:

---

(۱) جامع الترمذی، ح:۱٤۱۷ وسنن النسائی، ح:٤٨٧٦

(۲) البخاری، ح:٦٨٥٠ ومسلم، ح:۱۷۰۸ واحمد، ح:١٦٤٨٧

(۳) البیهقی، ح:٢٧٢٥

"عن سعید بن المسیب وان عمر رضی اللہ عنہ حکم فی جاریة کانت بین رجلین وَطِئَها احدهما قال یضرب تسعة تسعین سوطا"

"دو آدمیوں کے پاس ایک لونڈی تھی۔ ایک نے اس سے جماع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ۹۹ کوڑوں کی سزا دی۔ یعنی سو کوڑوں سے ایک کم۔"

اسی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی عمل ہے:

"عن عطاء بن ابی مروان عن ابیه قال:اتی علی رضی اللہ عنہ بالنجاشی قد شرب الخمر فی رمضان فضربه ثمانین ثم امر به الی السجن، ثم اخرجه من الغد فضربه عشرین، ثم قال: انما جلدتك هذه العشرین لافطارك فی رمضان وجرأتك علی الله"(۱)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نجاشی نامی آدمی لایا گیا اس نے رمضان میں دن کے وقت شراب پی تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ۸۰ کوڑے لگائے اور قید کر دیا۔ اگلے دن دوبارہ اسے ۲۰ کوڑے لگائے اور کہا میں نے یہ ۲۰ کوڑے اس لیے لگائے ہیں کہ تم نے رمضان میں روزہ افطار کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔"

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوسرے واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے:

"رُوِیَ أن معن بن اوسٍ عَمِلَ خَاتَماً علی نقش خاتم بیت المال، ثم جاء به صاحب بیت المال، فأخذ منه مالاً، فبلغ عمر رضی اللہ عنہ فضربه ماة وحَبَسه وکلّم فیه فضربه ماة أخری وحبسه فکلّم فیه من بعد فضربه ونفاه"(۲)

"معن بن اُوس نے بیت المال کی مہر جیسی نقوش والی مہر بنائی۔ اس کے ذریعے

(۱) البیهقی، ح:١٧٥٤٦

(۲) المغنی لابن قدامة،ج:٣٢٥/٨

بیت المال کے انچارج سے مال وصول کیا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے اسے سو کوڑے لگائے اور قید کر دیا کسی نے اس کی سفارش کی تو دوبارہ اسے سو کوڑے لگائے اور قید کر دیا پھر تیسری دفعہ سو کوڑے لگائے اور اسے دربدر کر دیا۔"

معن بن اوس سے تین قسم کے جرم سرزد ہوئے تھے:

① جعلی مہر بنانا ② بیت المال سے مال لینا ③ دوسرے لوگوں کے لیے جعل سازی کا دروازہ کھولنا۔ لہٰذا اُسے تین دفعہ سزا دی گئی تھی۔

اسباب التعزیر

وہ امور جن کی وجہ سے تعزیر لگائی جاتی ہے:

ان امور کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔ بعض کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور بعض کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ مختصر طور پر وہ درج ذیل ہیں۔

اولاً: وہ امور جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے:

① قدرت کے باوجود شرعی واجبات کو ادا نہ کرنا مثلاً سستی کی وجہ سے نمازوں کو ترک کر دینا یا نماز باجماعت ادا نہ کرنا۔

② افلام اور فحش مجلات کے ذریعے خرافات اور بدعات کی اشاعت کر کے مسلمانوں کو ان کے دینی واجبات سے متنفر کرنا۔

③ کسی اجنبی عورت سے جماع کے علاوہ مباشرت، مضاجعت یا بوس و کنار کرنا۔

④ مخدرات (نشہ آور) اشیاء کی خرید و فروخت کرنا اور مخدرات کے تجار کی پردہ پوشی کرنا۔

⑤ کسی عورت کا حیوانات (کتوں، بندروں) سے مباشرت کرنا۔

⑥ امانت میں خیانت کرنا۔ حکومتی فرائض یا واجبات کی ادائیگی کو کما حقہ ادا نہ کرنا۔

⑦ دوسرے سے رشوت لینا اور حکومت کے رسمی اوراق میں تزویر کرنا۔

⑧ امرد یعنی نابالغ بچوں سے لواطت کے علاوہ مباشرت یا مفاخذت کرنا۔

ثانیاً: وہ امور جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے:

① دوسرے مسلمان کو برے القاب سے پکارنا۔

② معمولی چیزوں کی چوری کرنا جن کی قیمت چوری کے نصاب سے کم ہو۔

③ باغ سے مالک کی اجازت کے بغیر پھلوں کو توڑنا جس کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ دگنی قیمت ادا کرے گا۔

④ خاوند اگر اپنی بیوی اور اولاد کے حقوق ادا نہ کرے تو اُسے تعزیر لگے گی۔

⑤ بیوی کا شرعی عذر کے بغیر اپنے خاوند کی اطاعت نہ کرنا۔

⑥ قدرت کے باوجود کسی کا قرض ادا نہ کرنا۔

⑦ کسی مسلمان حاکمِ وقت کو گالیاں دینا جو شرعی حدود کی تطبیق کرتا ہو۔

انواع التعزیز

جرائم کی لاتعداد قسمیں ہیں۔ اسی طرح تعزیرات بھی جرائم کے مدنظر مختلف ہیں کبھی کوڑے کبھی قید، جرمانہ اور جلاوطن وغیرہ سے ہوگی۔ یہ ولی الامر کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اجتہاد کر کے جرائم کی حقیقت جان کر تعزیر لگائے۔ تعزیر لگانے کا اصل مقصد مجرم کی اصلاح ہوتی ہے اگر زبانی طور پر وعظ ارشاد کرنے سے اس کی اصلاح ہو جائے تو کوڑوں کی سزا یا جیل میں قید کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر کسی شریف النفس آدمی سے کسی دوسرے کی عزت مجروح ہو جائے تو اس کی سزا دوسرے مجرموں کی نسبت بہت کم ہونی چاہیے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اقیلوا ذوی الهیئات عثراتهم الا فی الحدود"(۱)

---

(۱) سنن ابو داؤد، ح:۴۳۷۵ والنسائی، ح:۷۲۵۳ والبیهقی، ح:۱۷۲۲۹

''شریف النفس اشخاص کی لغزشوں پر ان سے درگزر کیا جائے۔ لیکن حدود کے بارے میں انہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔''

مختصر طور پر تعزیر کی سزائیں درج ذیل ہیں

① کوڑوں کی سزا:

تعزیر کوڑوں سے بھی لگائی جا سکتی ہے۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حدود اللہ کی سزا کے علاوہ (تعزیر میں) دس کوڑے سے زیادہ سزا نہ دی جائے۔

"لا تجلدوا أحد فوق عشر اسواطٍ الا فی حدٍ من حدود الله"(۱)

② قید کی سزا:

تعزیر میں قید کی سزا دی جا سکتی ہے جیسا کہ حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"أن النبی ﷺ حبس رجلاً فی تهمةٍ ثم خلی عنه"(۲)

''تہمت کی بنا پر آپ ﷺ نے ایک آدمی کو قید کیا پھر رہا کر دیا۔''

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں ایک گھر کو جیل بنایا ہوا تھا۔ امیر المومنین حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی جیل بنائی ہوئی تھی۔

③ وعظ وارشاد سے تعزیر لگانا:

جناب نبی اکرم ﷺ کبھی کبھی اپنے صحابہ کو زبانی طور پر تنبیہ کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''انك امرء بك جاهلية''(۳)

''اے ابوذر تم میں جاہلیت والی خصلت موجود ہے۔''

---

(۱) صحیح البخاری، ح:۶۸۵۰ وصحیح مسلم، ح:۱۷۰۸

(۲) جامع الترمذی، ح:۱۴۱۷ وسنن النسائی، ح:۴۸۷۶

(۳) صحیح البخاری، ح:۳۰

اور ایک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو تنبیہ کی: "انك فتان یا معاذ" (۱)

"اے معاذ تم فتنے باز ہو۔"

④ شہر سے دربدر کر کے تعزیر لگائی جاتی ہے:

آپ ﷺ بعض نافرمان لوگوں کو جلا وطنی کی سزا دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ پاس ایک مخنث (ہجڑا) کو لایا گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگائی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اسے کیا ہوا ہے؟ صحابہ نے فرمایا: یا رسول اللہ یہ مخنث عورتوں سے مشابہت کرتا ہے تو آپ ﷺ نے اسے مدینہ منورہ سے البقیع کے علاقے کی طرف دربدر کر دیا تھا (۲)

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کے نوحہ کرنے پر اسے گھر سے نکال دیا تھا۔

⑤ قتل کی سزا:

بعض اوقات خطرناک قسم کے لوگ کو قتل کرنے کی تعزیر لگائی جاتی ہے۔ مثلاً جو ملک میں مخدرات (نشہ آور) کی تجارت کرتے ہیں اور اسے ملک میں پھیلانے کا سبب بنتے ہیں اور وہ لوگ جو ملک میں فساد پھیلاتے ہیں۔ اور وہ مسلمان جو جادوگری کرتا ہے اور وہ لوگ جو ملک کے رازوں کو دشمنوں تک پہنچاتے ہیں انہیں بھی تعزیراً قتل کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سفر پر تھے اور ایک آدمی صحابہ کرام کی جماعت کے درمیان بیٹھ کر گفتگو میں شریک ہو گیا پھر خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے پکڑ لاؤ اور قتل کر دو وہ جاسوس ہے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سب سے پہلے اسے پکڑ کر قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے اس کا ساز و سامان مجھے عطا فرمایا۔ (۳)

---

(۱) صحیح البخاری، ح:٦١٠٦ وصحیح مسلم، ح:٧٠٨ واحمد، ح:١٦٤٨٧

(۲) سنن ابو داؤد، ح:٤٩٢٨

(۳) سنن ابو دؤاد، ح:٢٦٥٣ والبیهقی، ح:٨٤٣٦ والطبرانی، و:٦٢٧٢

⑥ کبھی کبھی قطع کلامی کے ذریعے تعزیر لگائی جاتی ہے:

جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ھلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مرارہ بن الربیع کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقاطع کا حکم دیا ہے۔ وہ جب بغیر کسی عذر کے غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

حدود اور تعزیر کے درمیان فرق

تعزیر، حدود سے تین امور میں مختلف ہوتی ہے۔

① حدود کے نفاذ میں سب لوگ برابر ہوتے ہیں۔ جبکہ تعزیر کی سزا میں اگر کسی شریف النفس آدمی سے غلطی ہوجائے تو اُسے معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ کبھی اس کی سزا دوسرے شریر قسم کے لوگوں کی سزا کی نسبت سے کم ہوتی ہے۔

② حدود والے معاملہ میں اگر قضیہ ولی الامر تک پہنچ جائے تو کسی قسم کی شفاعت جائز نہیں ہے جبکہ تعزیر کی سزا میں سفارش کرنا جائز ہے۔

③ اگر حاکم وقت تعزیر لگانے میں تجاوز کر جائے اور مجرم تعزیر لگانے کی وجہ سے فوت ہوجائے تو اسے دیت ادا کرنا ہوگی۔ لیکن حدود میں سزا دیتے وقت اگر کوئی فوت ہوجائے تو اس کی ضمان نہیں ہے۔ یہ امام الشافعی رحمہ اللہ کی رائے ہے۔ لیکن حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک حدود اور تعزیر لگاتے وقت اگر کوئی فوت ہوجائے تو کوئی ضمان نہیں ہے۔

قد تم طبع الكتاب بعون الله تعالى واسئل الله سبحانه وتعالى ان يغفر ذنوبي وان يتقبل مني عملي هذا ويجعله خالصاً لوجهه الكريم انه على كل شئ قدير وبالاجابة جدير وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين

المؤلف

صلاح الدين حيدر لكهوى

مراجع

١ القرآن الکریم

٢ جامع البیان عن تأویل آی القرآن...... ابن جریر الطبری

٣ فتح القدیر...... محمد بن علی بن محمد الشوکانی

٤ تفسیر ابن کثیر...... ابوالفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی

٥ صحیح البخاری...... محمد بن اسماعیل البخاری

٦ صحیح مسلم...... محمد بن الحجاج القشیری

٧ الترمذی...... الترمذی ابوعیسی محمد بن عیسی

٨ ابوداؤد...... سلیمان بن الاشعث السجستانی

٩ النسائی...... احمد بن شعیب النسائی

١٠ ابن ماجة...... ابن ماجه محمد بن یزید القزوینی

١١ مسند احمد...... احمد بن حنبل الشیبانی

١٢ البیهقی...... ابوبکر احمد بن الحسین

١٣ الدارقطنی...... ابوالحسین علی بن عمر بن احمد الدارقطنی

١٤ احکام القرآن...... لابن العربی

١٥ احکام القرآن...... للجصاص

١٦ الصارم المسلول...... لابن تیمیه

١٧ الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیه...... لابن القیم شمس الدین

١٨ الاحکام السلطانیة...... لابن یعلی

١٩ الاحکام السلطانیة...... للماوردی ابوالحسن علی بن محمد

٢٠ المحلی...... لابن حزم

٢١ قوانین الاحکام...... لابن حزم

٢٢ العقوبة...... محمد ابوزهره

٢٣ المبسوط...... للسرخسی شمس الدین

٢٤ المغنی...... لابن قدامه موافق الدین عبدالله

٢٥ بدایة المجتهد...... لابن رشد

٢٦ التشریع الجنائی الاسلامی...... عبدالقادر عوده

٢٧ جرائم الحدود...... محمد راغب عطیه

٢٨ فقه السنه...... لسید السابق

٢٩ الفقه الاسلامی وادلته...... وهبه الزحیلی

٣٠ نیل الاوطار...... للشوکانی

٣١ قوانین الاحکام الشرعیه...... لابن جزی محمد بن محمد الکلبی

٣٢ سبل السلام شرح بلوغ المرام...... الصنعانی محمد بن اسماعیل

٣٣ مجموع فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیه

٣٤ کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة...... عبدالرحمن بن محمد الجزیری

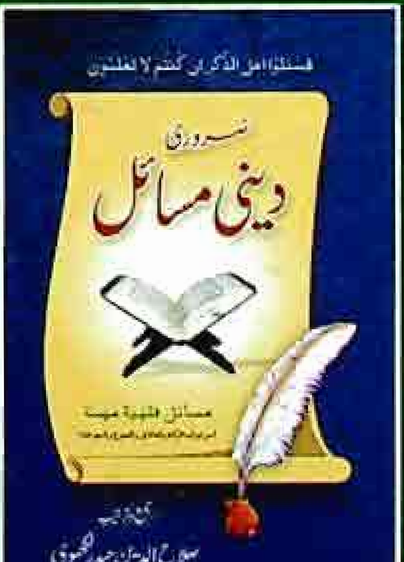
٣٥ الموطا...... ابوعبدالله مالك بن انس

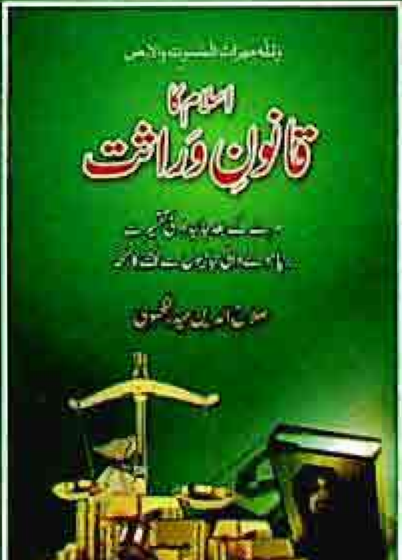
٣٦ الشرح الکبیر...... للدردیر



زیر نظر کتاب ''اسلام کا قانون عقوبات'' مصنف کی علمی تحقیق کا ایک شاہکار ہے۔ اسلام میں جن جرائم کی سزائیں متعین کی گئی ہیں ان پر قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں باحوالہ سیر حاصل بحث کی گئی ہے جن میں جرائم الحدود اور جرائم القصاص شامل ہیں مرتد، زنا، قذف، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ بغاوت اور قتل عمد، قتل خطا، قتل شبہ عمد میں اسلام نے کیا سزائیں نافذ کی ہیں۔ کیونکہ اس سے امن قائم ہوتا ہے اور مجرم دوبارہ جرائم سے باز آجاتا ہے۔

مصنف کی دیگر کتب





حارث بُک کارنر

دکان نمبر 2 فرسٹ فلور الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ • اردو بازار • لاہور

موبائل : 0300-4067636 - 0324-6548653

HARIS BOOK CORNER